www.kitabmart.in

www.kitabmart.in

امامیہ مشن کا ۶۳ تریسٹھواں تبلیغی رسالہ

تشریح مسائل

حصّہ سوم

مطبوعہ سرفراز قومی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

قیمت ۲/ محصول ۱/

www.kitabmart.in

امامیہ مشن کی ترسٹھویں خدمت ۶۳

(شہدائے کربلا حصہ سوم)

اس کے پہلے شہدائے کربلاؑ کے دو حصے شائع ہو چکے ہیں جنھیں ملک میں پوری مقبولیت حاصل ہوئی۔

اور اب یہ اس سلسلہ کا تیسرا حصہ ہے جسے ہم اب کی محرم میں شائع کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ اس محرم میں مشن کی زندگی کے سات سال مکمل ہونگے۔ اور یہ خدا کا فضل ہے کہ اُس نے اس عرصہ میں مشن کے خدمات کا سلسلہ جاری رکھا اور افراد قوم کے دل میں اُس کی عزت قائم ہوگئی ہے۔

امید ہے کہ اس حصہ کو بھی جو بہت اہم حیثیت رکھتا ہے اُتنی ہی اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جائیگا جس کا وہ مستحق ہے

خادم ملت

ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ

سید ابن حسین نقوی سکریٹری

امامیہ مشن۔ نخاس۔ لکھنؤ

www.kitabmart.in

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ علی سید المرسلین وآلہ الطاہرین۔

پہلے اور دوسرے حصّہ میں انصار حضرت سید الشہداء اور اصحاب کا تذکرہ ہوا ہے یعنی وہ شہدائے کربلا جو بنی ہاشم میں سے نہ تھے۔ اور امام کے ساتھ کوئی خاص قرابت نہ رکھتے تھے۔ اب وقت آیا ہے کہ بنی ہاشم کے حالات کا سلسلہ شروع کیا جائے۔

ترتیب اس کی سلسلہ شہادت کی ترتیب کے مطابق ہے یعنی جس شہید کی شہادت پہلے واقع ہوئی ہے اُس کا تذکرہ پہلے اور جس کی شہادت بعد کو ہوئی ہے اُس کا ذکر بعد کو ہے۔ توفیق و قبولیت خداوند عالم کے فضل و کرم سے وابستہ ہے

علی نقی النقوی عفی عنہ

یکم ذی الحجہ ۱۳۵۷ہجری

www.kitabmart.in

(۱)

بنی ہاشم میں سب سے پہلا شہید

عام طور سے بنی ہاشم میں سب سے پہلے فرزندان مسلم کی شہادت کا تذکرہ ہوتا ہے اور سب سے آخر میں جناب علی اکبر کے میدان جنگ میں جانے کا تذکرہ کیا جاتا ہے مگر تاریخ اور حدیث دونوں کی معتبر شہادت کی بنا پر میں جس نتیجہ پر پہونچا ہوں وہ یہ ہے کہ بنی ہاشم میں سب سے پہلے شہید جناب علی اکبر ہیں۔ اسی خیال پر میں نے "اسوۂ حسینی" میں زور دیا ہے۔ اور اسی کو "مجاہدۂ کربلا" میں درج کیا ہے اور اسی پر اب بھی قائم ہوں۔

طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے :-

کان اوّل قتیل من بنی ابی طالب یومئذ علی الاکبر بن الحسین بن علی۔ "سب سے پہلے مقتول اُس دن ابو طالب کی اولاد میں سے علی اکبر ہیں۔ جو حسین بن علی کے فرزند تھے"۔

ابصار العین میں ہے :-

قال ابو الفرج وغیرہ وکان اول من قتل بالطف من بنی ہاشم بعد انصار الحسینؑ علی بن الحسین "صاحب اغانی وغیرہ نے لکھا ہے کہ انصار امام حسین کے بعد واقعہ کربلا میں سب سے پہلے بنی ہاشم میں سے جو

www.kitabmart.in

شہید ہوئے وہ علی بن حسین ہیں۔"

شیخ ابن ادریس حلی نے سرائر میں لکھا ہے:۔

ھو اول قتیل فی الوقعۃ یوم الطف من آل ابی طالب" وہ سب سے پہلے مقتول ہیں واقعۂ کربلا میں ابو طالب کی اولاد میں سے"۔

اور علامہ سید محسن امین عاملی اعیان الشیعہ (ج ۲ ص ۲۳۷) میں لکھتے ہیں:۔

"ھو اول قتیل یوم کربلاء من آل ابی طالب"۔

اس کے علاوہ زیارت شہداء میں جو علامہ مجلسی کی تحفۃ الزائر میں سولھویں زیارت ہے جناب علی اکبر کے متعلق یہ الفاظ ہیں:۔

السلام علیک یا اول قتیل من نسل خیر سلیل من سلالۃ ابراھیم الخلیل" سلام ہو آپ پر اے سب سے پہلے مقتول اولاد میں سے بہترین شخص کی اولاد ابراہیم خلیل میں سے"۔

ان تصریحات کی موجودگی میں میں اُس روایت کے قبول کرنے سے قاصر ہوں جو مناقب ابن شہر آشوب وغیرہ میں درج ہے اور جس کو شہرت عام کا درجہ حاصل ہو گیا ہے کہ جناب علی اکبر واقعۂ کربلا میں سب سے آخر میں شہید ہوئے ہیں۔

www.kitabmart.in

حضرت علی اکبر

نام و نسب اور لقب آپ کا نام علی ہے اور سید الشہداء حضرت امام حسین کے فرزند تھے۔ والدہ آپ کی لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود بن معبد الثقفی۔ اور لیلیٰ کی ماں میمونہ بنت ابی سفیان بن حرب ہیں۔ اس طرح جناب علی اکبر باپ کی طرف سے تو بنی ہاشم ہیں اور ماں کی طرف سے قبیلۂ ثقیف میں داخل تھے اور آپ کی والدہ امیر شام معاویہ بن ابی سفیان کی بھانجی اور بادشاہ وقت یزید بن معاویہ کی پھوپھی زاد بہن ہوتی تھیں اس لحاظ سے جناب علی اکبر کو موافق اور مخالف سب عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور آپ کی عظمت کا احساس کرتے تھے۔

عام طور سے آپ کے نام کے ساتھ "اکبر" کی لفظ بطور لقب مستعمل ہوتی ہے اس لئے یہ خیال ضرور پیدا ہوسکتا ہے کہ آپ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ مگر اس معاملہ میں شہرت اس کے خلاف ہے یعنی عام طور سے یہ مشہور ہے کہ واقعۂ کربلا میں آپ کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی اور آپ اپنے بھائی امام زین العابدینؑ سے چھوٹے تھے۔ اس صورت میں آپ کے نام کے ساتھ "اکبر" کی لفظ کے یہ معنی ہوسکتے ہیں کہ آپ بہ نسبت علی اصغر کے

www.kitabmart.in

جو طفل شش ماہہ تھے بڑے ہیں اور اُن کے لحاظ سے اکبر کہے جاتے ہیں۔

اچھا پھر آئیے دیکھیں کہ حقیقت اس مسئلہ میں کیا ہے۔

سب سے پہلے ہمارے سامنے شیخ مفید طاب ثراہ کی کتاب الارشاد آتی ہے جس میں جناب "علی اکبرؑ کو" علی اصغر" کے نام سے یاد کیا ہے اور علی اکبر امام زین العابدینؑ کو قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

للحسین ستۃ اولاد علی بن الحسین الاکبر کنیتہ ابو محمد وامہ شاہ زنان بنت کسریٰ یزدجرد وعلی بن الحسین الاصغر قتل مع ابیہ بالطف وامہ لیلیٰ بنت ابی مرۃ بن عروۃ بن مسعود الثقفیۃ الخ

"یعنی امام حسینؑ کے چھ فرزند تھے۔ پہلے علی بن حسین اکبر آپ کی کنیت ابو محمد ہے اور آپ کی والدہ شاہ زناں بنت کسریٰ یزدجرد تھیں۔ دوسرے علی بن حسین اصغر آپ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ واقعۂ کربلا میں شہید ہوئے اور آپ کی والدہ ام لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود تھیں"۔

شیخ طوسی نے کتاب الرجال میں اصحاب امام حسینؑ کے ذیل میں جناب علی اکبر کا تذکرہ کیا ہے تو ان ہی الفاظ میں:۔

علی بن الحسین الاصغر قتل معہ امہ لیلیٰ الخ۔ "علی بن حسین اصغر آپ کے ساتھ قتل ہوئے۔ آپ کی والدہ لیلیٰ تھیں"۔

www.kitabmart.in

سید ابن طاؤس کا قول بھی ربیع الشیعہ سے یہی نقل کیا گیا ہے کہ علی بن الحسین الاکبر زین العابدین ہیں جن کی والدہ شاہ زناں دختر کسریٰ یزد جرد تھیں اور علی اصغر تھے جو اپنے والد بزرگوار کے ساتھ شہید ہوئے اور لوگ غلطی سے آپ ہی کو علی اکبر کہتے ہیں۔"

علامۂ حلی نے خلاصۃ الرجال میں بھی اسی کا تتبع کیا ہے اور کہا ہے:
علی بن الحسین الاصغر قتل معہ بالطف" علی بن حسین اصغر ہیں جو کربلا میں حضرت کے ساتھ شہید ہوئے۔"

دوسری طرف شیخ ابن ادریس حلی اس سے شدید اختلاف رکھتے ہیں اُنھوں نے سرائر کی کتاب المزار میں اس پر مستقل طور سے بحث کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ تاریخی مسئلہ ہے۔ اس میں علماء و فقہا کے اقوال سے زیادہ مورخین اور علمائے انساب کے بیانات معتبر ہیں۔ جیسے زبیر بن بکار۔ کتاب انساب قریش میں اور ابو الفرج اصفہانی، مقاتل الطالبیین میں اور بلاذری اور مزنی لباب فی اخبار الخلفاء میں اور عمری نسابہ کتاب المجدی میں اُنھوں نے اس کی پوری تحقیق کی ہے اور کہا ہے کہ "ناواقف افراد کا یہ خیال ہے کہ علی جو کربلا میں شہید ہوئے ہیں وہ چھوٹے تھے، یہ بالکل غلطی اور توہم ہے"۔ اور یہی قول صاحب کتاب الزواجر والمواعظ نے اور ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں۔ اور

www.kitabmart.in

ابن جریر طبری نے جو اس بارے میں ایک محقق کی حیثیت رکھتے ہیں اور ابن ابی الازہر نے اپنی تاریخ میں اور ابو حنیفہ دینوری نے اخبار طوال میں اور صاحب کتاب الفاخر نے جو ہمارے علمائے امامیہ میں سے تھے جن کا ذکر شیخ طوسی کی کتاب فہرست مصنفین میں موجود ہے اور ابو علی ابن ہمام نے کتاب الانوار میں جو اہلبیت کے حالات اور ولادت و وفات کی تاریخ میں ہے اور وہ ہمارے علماء میں سے صاحب تصنیف اور محققین کے زمرہ میں داخل ہیں۔ یہ سب اسی قول پر متفق ہیں۔ اور ان کا قول زیادہ مستند ہے۔ اور آخر ہمارے نقطۂ نظر سے اس میں حرج ہی کیا ہے کہ کربلا میں شہید ہونے والی علی بڑے ہوں اور وہ علی جو امام ہیں اپنے پدر بزرگوار کے بعد چھوٹے ہوں۔ آخر حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب بھی تو اپنے باپ کی اولاد میں سب سے چھوٹے تھے۔ لیکن اس کی وجہ سے آپ کے درجہ میں کوئی کمی پیدا نہیں ہوئی۔

شہید اول نے دروس میں اس سے اتفاق کیا ہے اور جناب علی اکبر کی زیارت کے حکم کے بعد لکھا ہے۔ "وھو الاکبر علی الاصح۔" "آپ بنا بر قول اصح سب سے بڑے تھے"۔

ابن شہر آشوب نے بھی مناقب (ج ۳ ص ۸۲) میں تحریر کیا ہے:۔

ابناؤہ علی الاکبر الشھید امہ برّہ بنت عروۃ بن مسعود

www.kitabmart.in

النقفی وعلی الامام وھو علی الاوسط وعلی الاصغر وھما من شہر بانویہ

"امام حسین کے فرزند پہلے علی اکبر جو کربلا میں شہید ہوئے۔ دوسرے علی جو امام ہیں آپ علی اوسط تھے یعنی اپنے بھائیوں میں منجھلے تھے اور علی اصغر یہ دونوں شہر بانو کے بطن سے تھے۔"

میرے خیال میں ایک محتاط فیصلہ کرنے والے کے اس اختلاف میں پاؤں ٹھٹھک جائیں گے اور وہ کوئی رائے قائم نہ کرسکے گا۔

ایک طرف شیخ مفید، شیخ طوسی، سید ابن طاؤس اور علامۂ حلی ایسے جلیل القدر مجتہدین ہیں۔ اور دوسری طرف ابن ادریس، شہید اول اور ابن شہر آشوب اور وہ کثیر التعداد مورخین جن کا حوالہ ابن ادریس نے دیا ہے۔ اگرچہ مجھے ان تمام مورخین کے بیانات کے متعلق پورے طور پر اطمینان نہیں ہے کہ انھوں نے اس معاملہ میں صراحت سے کام لیا ہوگا جبکہ مذکورۂ بالا حوالوں میں طبری کا نام بھی موجود ہے۔ لیکن تاریخ طبری میں اس امر پر کوئی واضح تبصرہ نہیں ہے۔ سوائے اُن الفاظ کے جو پہلے درج ہوچکے ہیں کہ کان اول قتیل من بنی ابی طالب یومئذ علی الاکبر ابن الحسین بن علی۔ اس میں آپکے نام کے ساتھ اکبر موجود ہے۔ مگر میں کہہ چکا ہوں کہ یہ یقینی دلیل اس متنازع فیہ مسئلہ کے متعلق نہیں ہے جبکہ آپ کے نام کے ساتھ اکبر عام طور پر مشہور ہے حالانکہ عموماً آپ کو

www.kitabmart.in

امام زین العابدین سے چھوٹا سمجھا جاتا ہے۔ اس صورت میں اکبر کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ آپ کربلا میں نشانۂ تیر ستم ہونے والے علی اصغر سے بڑے ہیں جیسا کہ مشہور ہے۔ ممکن ہے اسی شہرت کی بنا پر طبری میں اکبر کی لفظ آپ کے نام کے ساتھ درج کر دی گئی ہو۔ کیا نہیں ممکن ہے کہ دوسرے مورخین کی کتابوں میں بھی صرف اتنا ہی ہو جسے شیخ ابن ادریس نے اپنے قول کی دلیل قرار دیا ہے۔

ولادت آپ کا سن واقعۂ کربلا میں اٹھارہ برس مشہور ہے۔ اس صورت میں آپ کی ولادت ۴۲ھ میں قرار پاتی ہے۔ اور یہ وہ وقت تھا جب امیر المومنینؑ کی شہادت ہو چکی تھی اور حضرت حسن مجتبیٰؑ امام خلق تھے۔

اور چونکہ امام زین العابدینؑ کی ولادت بزمانۂ امیر المومنینؑ ہونا مسلم ہے اس لئے یقیناً آپ امام زین العابدین سے چھوٹے ہونگے اسی بنا پر آقا شیخ عبداللہ مامقانی نے تنقیح المقال (ج ۲ ص ۲۸۱) میں آپ کے سن ہی کو مذکورہ بالا مسئلہ میں فیصلہ کن قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

مما ملأت بہ کتب السیر والاشعار ان عمرہ الشریف عند شہادتہ ثمانیۃ عشر سنۃ فیکون اصغر من السجادؑ بخمس او ست او سبع سنین۔

www.kitabmart.in

"کتب سیر اور اشعار بھرے پڑے ہیں اس سے کہ آپ کی عمر شہادت کے موقع پہ اٹھارہ برس کی تھی۔ لہذا آپ حضرت سجاد سے پانچ چھ یا سات برس چھوٹے تھے"۔

مگر ظاہر ہے کہ آپ کی عمر کا اٹھارہ برس ہونا اُس شہرت کی بنا پر ہے کہ آپ امام زین العابدین سے چھوٹے ہیں۔ جو لوگ آپ کو امام سے بڑا سمجھتے ہیں وہ آپ کی عمر بھی اتنی تسلیم نہیں کرینگے چنانچہ ابن ادریس حلی رہ سرائر میں لکھتے ہیں کہ آپ خلافت عثمان میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور آپنے اپنے جد بزرگوار حضرت علی بن ابیطالب سے احادیث کی روایت بھی کی ہے۔ اور اُسی زمانہ میں شعراء آپ کی مدح میں اشعار بھی نظم کرنے لگے تھے۔ چنانچہ ابو عبیدہ اور خلف احمر جو دو بڑے ادیب تھے۔ اُنھوں نے حسب ذیل اشعار نقل کئے ہیں کہ وہ امام حسینؑ کے فرزند علی اکبر جو کربلا میں شہید ہوئے ہیں اُن کی مدح میں کہے گئے ہیں۔ یہ اشعار بعد میں نقل کئے جائیں گے۔

اب چونکہ عثمان کی خلافت ۳۵ھ میں ختم ہوئی ہے۔ اس لئے اگر آپ کی ولادت بالکل آخری دور میں اس خلافت کے قرار دی جائے۔ تب بھی امیر المومنین کی شہادت کے وقت آپ کی عمر کم از کم چھٹے برس میں ہوتی ہے اور پھر ۵۰ھ میں امام حسن کی

www.kitabmart.in

وفات کے وقت ۱۵ برس۔ پھر واقعۂ کربلا میں جو ۶۱ھ کے شروع میں ہے ۲۶ اور کم از کم ۲۵ برس۔ اسی لئے دوسرا قول آپ کی عمر کے متعلق یہی ہے۔ جیساکہ ابن شہرآشوب نے آپ کی جنگ اور شہادت کے حالات میں لکھا ہے:۔

تقدم علی بن الحسین الاکبر وھو ابن ثمان عشرۃ سنۃ ویقال ابن خمس وعشرین.

"علی اکبر فرزند امام حسینؑ میدان جنگ میں آئے اور آپ کی عمر اٹھارہ برس اور بقولے پچیس برس تھی"۔

اگرچہ ابن شہرآشوب کی تحقیق کی بنا پر کہ آپ امام زین العابدینؑ سے بڑے ہیں جس کی صراحت اس کے پہلے اُن کے کلام میں آپ دیکھ چکے۔ یہ دوسرا قول پہلے نقل ہونا چاہئے تھا اور پہلے قول کو قول غیر کی صورت سے نقل ہونا چاہئے۔ مگر یہ علامہ ابن شہرآشوب کے اس طرح کے مسامحات ہیں۔ جن کی مثال مناقب میں کثرت کے ساتھ موجود ہے۔ اب اگر ابن ادریس کے اس بیان پر نظر ڈالئے کہ آپ نے اپنے جد بزرگوار امیرالمومنین سے احادیث کی روایت کی ہے اور اُسی زمانہ میں شعرا آپ کی مدح میں اشعار نظم کرنے لگے تھے اور وہ اشعار جیساکہ آپ دیکھیں گے اس طرح کے نہیں ہیں جو کسی بچہ کی

www.kitabmart.in

منطبق ہو سکیں بلکہ اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ممدوح ایک کامل مرد ہے اور اس صورت میں آپ کی عقل اس کو قبول نہ کر سکے کہ آپ کا سن امیر المومنین کی شہادت کے وقت صرف پانچ سال تھا تو آپ یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ آپ کی عمر شاید اس سے زیادہ تھی اور اس صورت میں واقعۂ کربلا میں آپ کی عمر تیس سال کے حدود میں ہوتی ہے جسے بھرپور جوانی کا زمانہ سمجھنا چاہئے مگر اس عمر کی تصریح مجھے پیش نظر کتابوں میں کہیں دستیاب نہیں ہو سکی۔

اوصاف جناب علی اکبر اپنی عمر کی ابتدائی منزلوں ہی سے اُن بلند اوصاف پر فائز تھے جن کے سامنے دوست اور دشمن سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور تھے اور آپ کی عظمت کا احساس اپنوں سے آگے بڑھکر غیروں تک پہونچ چکا تھا اس حد تک کہ شام کے دربار میں اُس کا تذکرہ ہوتا تھا۔ اس حقیقت کو ابو الفرج اصفہانی اموی نے درج کیا ہے کہ ایک روز معاویہ نے اپنے حاضرین دربار سے پوچھا کہ تمھارے نزدیک اس منصب خلافت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟

مجمع خوشامدیوں کا تھا۔ سب نے کہا "آپ"۔ کہا نہیں! سب سے زیادہ اس کے مستحق حسین بن علی کے فرزند علی ہیں جن کے دادا

www.kitabmart.in

رسول اللہ ہیں اور اُن میں بنی ہاشم کی شجاعت، بنی امیہ کی سخاوت اور قبیلۂ ثقیف کی خودداری۔ یہ تمام صفتیں بہم موجود ہیں۔

اس گفتگو میں اگرچہ اُس متعصبانہ ذہنیت کا مظاہرہ موجود ہے جو خالص ہاشمی خاندان کے افراد کے استحقاق کو تسلیم کرنے سے سدراہ ہوتی ہے اور اس لئے تلاش کی جاتی ہے ایسی فرد کا جس میں بنی امیہ کے ساتھ بھی کوئی تعلق موجود ہو لیکن اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جناب علی اکبر میں کچھ ایسے اوصاف ضرور موجود تھے جو اس تنگ نظری کی فضا میں بھی ایک ممتاز حیثیت سے نمایاں تسلیم کئے جاتے ہوں۔

یہ بھی آپ علامہ ابن ادریس کی زبانی سن چکے کہ خود امیر المومنینؑ کے زمانہ میں جناب علی اکبر کی شان میں شعراء اشعار نظم کرنے لگے تھے۔ وہ اشعار جو اس سلسلہ میں نقل کئے گئے ہیں حسب ذیل ہیں

لم تر عین نظرت مثلہ   من محتف یمشی ولا ناعل

"کوئی بھی زمین میں اُن کے مثل آنکھوں سے دکھلائی نہیں دیا۔"

یغلی نھیئ اللحم حتی اذا   انضج لم یغل علی الآکل

"اُن کے ضیافت خانہ میں مہمانوں کے لئے گوشت برابر پکتا رہتا ہے اور جب پک جاتا ہے تو مہمانوں سے عزیز نہیں کیا جاتا۔"

www.kitabmart.in

کان اذا شبت لہ نارہ یوقدھا للمشرف القائل

"جب اُن کے مہمان خانہ کی آگ روشن ہوتی ہے تو اُن کی نمایاں عزت اور بزرگی وہ ہے جو اُس آگ میں حرارت پیدا کرنے والی ہے"۔

کیما یراھا بائس مرمل او فرد حی لیس باالاھل

"اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ اُس آگ کو مصیبت زدہ اور غریب لوگ دیکھیں یا کسی ایسے شخص کی نظر اُس پر پڑ جائے جو بیکس اور بے بس ہو"۔

لا یوثر الدنیا علی دینہ ولا یبیع الحقّ بالباطل

"آپ کبھی دنیا کو دین پر ترجیح نہیں دیتے اور نہ حق کو باطل کے عوض میں فروخت کرتے ہیں"۔

اعنی ابن لیلیٰ ذا السدی والندی اعنی ابن بنت الحسب الفاضل

"میرا مقصود اس سے حضرت لیلیٰ کے فرزند ہیں جو صاحب عطا و جود ہیں، وہ جو بڑے حسب و نسب والی خاتون کے فرزند ہیں"۔

اس میں ایک طرف حضرت علی اکبر کے جود و سخاوت کا تذکرہ ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ایک مخصوص ضیافت خانہ تھا۔ جہاں مہمانوں کو کھانا دیا جاتا تھا۔ اور اُس مہمان خانہ کے لئے بڑے بڑے رؤسائے عرب کے اصول کے مطابق رات کے وقت بلندی پر آگ روشن کی جاتی تھی تاکہ اُس آگ کے شعلوں پر دور دور کے لوگوں کی نظر پڑے

www.kitabmart.in

اور وہ سمجھیں کہ یہاں کوئی مہمانخانہ ہے۔ دوسری طرف آپ کے احساس دینی اور بے لوث جذبۂ مذہبی کا ذکر ہے کہ آپ کبھی کسی دنیاوی مقصد کو دین پر ترجیح نہیں دیتے اور نہ حق کو باطل کے مقابلہ میں کبھی ہاتھ سے دیتے ہیں۔ آخری شعر میں شاعر نے آپ کے ننھیالی اعزاز کا تذکرہ کیا ہے اور اُس کو ممتاز الفاظ میں پیش کیا ہے

آپ کی سخاوت کے متعلق اس کے پہلے حاکم شام معاویہ بن ابی سفیان کی گواہی بھی پیش ہو چکی ہے۔ جہاں اس سخاوت کو بنی امیہ کے خاندان کا اثر قرار دیا گیا ہے۔

مجھے امیر شام کی اُس گفتگو میں جہاں حضرت علی اکبرؑ کے متعلق استحقاق خلافت کا سوال اُٹھایا گیا ہے۔ اور ان اشعار کے لب و لہجہ میں ایک خاص اموی سیاست کارفرما نظر آ رہی ہے جو ذرا غائر نگاہ کرنے پر بالکل بے نقاب ہو جاتی ہے۔

یہ آپ سُن چکے ہیں کہ حضرت علی اکبرؑ کی والدۂ ماجدہ ننھیالی حیثیت سے خاندان بنی امیہ سے تعلق رکھتی تھیں اور امیر معاویہ کی حقیقی بھانجی تھیں۔ بنی امیہ اور بنی ہاشم میں نزاع اور قدیمی آویزش تھی۔ لیکن قدرت نے ہاشمی خاندان کے افراد کو جو خصوصیات عطا کر رکھی تھیں وہ اُن کے مخالفین میں بالکل نایاب تھے۔ اس لئے جاہل عوام پر

www.kitabmart.in

زر و جواہر کی بارش سے قابو حاصل کر کے اپنی سلطنت کو سنبھال لیا جائے ۔ یہ اور بات ہے مگر عام طور پر عالم اسلامی میں اہلبیت رسول کی عظمت کا اعتراف کیا جاتا تھا ۔ اور خواص ان بزرگواروں کے کمالات کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے ۔

اس کے علاوہ ایک جماعت ایسی موجود تھی جو ان حضرات کو حکومت و خلافت کا مستحق قرار دیتی تھی اور کم از کم بنی ہاشم میں اس وقت ایسا ایکا تھا کہ اس بارے میں کوئی اختلافی صدا بلند نہ ہوتی تھی ۔ معاویہ کی جانب سے برابر اس کی کوشش ہوتی رہی کہ خود بنی ہاشم میں پھوٹ ڈالی جائے ۔ اور اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کی جائے ۔ اسی مقصد سے عقیل بن ابیطالب کو حضرت علی سے الگ کر کے شام میں رکھا گیا ۔ اور امیر شام کو بڑی مہنگی قیمت پر یہ سودا کرنا پڑا ۔ اگر عقیل شام میں رہ کر بھی علی بن ابیطالب کی فضیلت اور فوقیت کا اظہار کرتے رہے ۔ جناب امیر علیہ السلام کے بعد بنی ہاشم میں متفقہ طور پر حضرت امام حسنؑ کی امامت و قیادت تسلیم کی گئی ۔ اس دور میں تو اچھا خاصا پروپیگنڈا اسی کے متعلق کیا گیا کہ چھوٹے بھائی امام حسینؑ اور امام حسنؑ میں اختلاف کا اظہار کیا جائے ۔ اور صلح کے معاملہ میں حسینؑ کی ناراضگی کی خود ساختہ حکایتوں کو طشت ازبام

www.kitabmart.in

کر کے بھائیوں میں رنجش ڈالی جائے۔ وہی پروپیگنڈا جس کے زیر اثر آج تک بعض اسلامی تاریخوں میں اس طرح کے روایات درج ہیں جیسے حضرت امام حسینؑ کی ناراضگی اس صلح سے ثابت ہوتی ہے۔ مگر ان دونوں بھائیوں کے گہرے اتحاد پر ان کوششوں کا کوئی اثر نہ پڑا اور امام حسینؑ کے طرزِ عمل نے جو امام حسنؑ کی زندگی میں اور آپ کے بعد دس برس تک رہا اس سیاست کو بالکل شکست دیدی۔ اب امام حسینؑ کی شادی لیلیٰ کے ساتھ اور اُن کے یہاں علی اکبر کی ولادت اس نے اموی حکومت کے سیاسی حوصلوں میں بڑی وسعت پیدا کردی۔ اُنھیں یہ خواب دکھائی دینے لگا کہ اب بنی ہاشم کے گھر کے اندر ہمیں پھوٹ ڈالنے کا اچھا موقع ملے گا۔ اس لئے کہ خالص ہاشمی خون کے مقابلہ میں ایک ایسی فرد بھی اسی گھر میں پیدا ہو گئی جس میں کسی نہ کسی طرح اموّیت سے بھی تعلق پایا جاتا ہے۔ اگرچہ رسول اللہ کے ساتھ بھی ایسے ازدواجی تعلقات پیدا کر دئے گئے تھے جس کی بنا پر پہلے ہی بنی ہاشم میں دوسرے عناصر کی شرکت کا انتظام ہو جانے مگر یہ قدرت کا ایک معاملہ تھا کہ رسول اللہ کے یہاں کسی ایسی عورت سے اولاد ہی نہیں ہوئی۔ اب فرزند رسول امام حسینؑ کے یہاں امیر معاویہ کی بھانجی لیلیٰ کے بطن سے فرزند کی ولادت ہوئی ہے تو اب وہ

www.kitabmart.in

تمام منصوبے بروئے کار آنے کا وقت ہے جو ایک ایسے موقع کے منتظر تھے۔ اس کے لئے جناب علی اکبر کی ولادت کے بعد آپ کی کمسنی ہی سے بڑے زور و شور کے ساتھ آپ کی ننھیالی خصوصیت کو اُچھالنا شروع کر دیا گیا اور اُس کو اس فخر کے ساتھ ذکر کیا جانے لگا جو تمام بنی ہاشم سے علی اکبر کو ایک علیحدہ امتیاز عطا کر دے۔

مذکورہ اشعار کے کہنے والے کا کوئی نام مستند تاریخ میں نہیں ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ کہیں میں نے ان اشعار کو خود حضرت امیرالمومنین کی طرف منسوب دیکھا ہے۔ مگر اشعار کا لب و لہجہ اور انداز کلام بالکل اس خیال کو غلط قرار دیتا ہے۔ مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار بھی کسی اموی شاعر کے نظم کردہ ہیں۔ ورنہ جناب علی اکبر کے وصف میں اُن کے فرزند رسول اور اولاد علی و بتول ہونے کا ضرور تذکرہ ہوتا اور اُن کے والد بزرگوار حضرت امام حسینؑ کا ذکر ہوتا۔ مگر ان اشعار میں اس خصوصیت کو بالکل نظر انداز کر کے اُن کے ننھیال ہی کو نمایاں کیا گیا ہے اور اُن کی والدہ کے حسب و نسب ہی پر زور دیا گیا ہے۔

جناب علی اکبر کی سخاوت جس درجہ پر بھی ہو مگر کیا وہ خود ہاشمی خاندان کا اثر نہیں ہو سکتی اور کیا علی و فاطمہ کی طرف انتساب

www.kitabmart.in

اس سخاوت کے جوہر کا باعث نہیں ہو سکتا۔ مگر امیر شام نے سخاوت کو اُن کے بنی امیہ کے خاندان کا اثر بتلایا اور اُن کے لئے خلافت کا استحقاق قرار دیا۔ صرف اس لئے کہ یہ بات بڑھے اور لوگوں کی زبانوں پہ آنے لگے کہ خاندان بنی ہاشم میں یہ فرد ان خصوصیات کی حامل ہے جن کی بنا پر وہ دوسرے افراد سے ممتاز درجہ رکھتی ہی اور خصوصیت سے خلافت وامامت کی مستحق ہے۔

یقیناً اگر جناب علی اکبر کی جگہ کوئی کمزور نفس کا انسان ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ اس سیاست کا شکار ہو جاتا اور اپنے لئے اپنے خاندان میں ایک علٰحدہ شان اور حیثیت کا قائل ہو جاتا اور اس طرح گنجائش تھی کہ اس گھر کے افراد میں اختلاف کی خلیج قائم ہو جاتی اور ہم آہنگی و یکجہتی کو صدمہ پہونچ جاتا۔ مگر علی اکبر کا بلند اور پاکیزہ نفس اس فریب میں آنے والا نہ تھا۔ اُنھوں نے کبھی ان خیالات خام کوئی توجہ نہیں کی اور اموی سیاست کی شکست پہ دائمی طور پر مہر کر دی اپنے اُس خون سے جو کربلا میں فرزند فاطمہ کی حمایت میں زمین پہ بہہ گیا اور یزید بن سعد کے مقابلہ میں جہاد کے میدان کو رنگین بنا گیا۔ اور اُن کی والدۂ گرامی لیلیٰ نے اپنی وفاداری اور محبت آل رسول سے ثبات قدم میں وہ یگانگت اور اتحاد دکھلایا کہ آج اُن کے تذکرہ میں یہ امر کہ اُنھیں

www.kitabmart.in

خاندان بنی امیہ سے کوئی دور کا بھی تعلق تھا ایک ناگوار ضمیمہ معلوم ہوتا ہے جو فراموش کردینے کے قابل ہے۔

جناب علی اکبر صورت وسیرت دونوں میں رسول اللہ کا نمونہ تھے اور بہت نمایاں شباہت رسالتمآبؐ کے ساتھ رکھتے تھے اسی لئے "شبیہ پیغمبر" کی صفت کے ساتھ یاد کئے جاتے ہیں۔ اور اس وجہ سے حضرت سیدالشہداء کو جتنی محبت اپنے اس فرزند کے ساتھ تھی اتنی دوسری اولاد کے ساتھ نہ تھی۔

راستے کا ایک اہم واقعہ } امام حسینؑ کی مدینہ سے ہجرت اور مکہ میں قیام اور پھر کوفہ کے ارادہ سے روانگی

ان تمام واقعات کے ذیل میں سب سے پہلے جناب علی اکبر کا نام مستند تاریخ کے ورق پر اُس وقت دکھلائی دیتا ہے جب امام قصر بنی مقاتل سے آگے بڑھے ہیں۔ اور تھوڑا راستہ طے ہوا اس وقت امام پر کچھ غنودگی سی طاری ہوگئی۔ آنکھ کھلی تو آپ فرما رہے تھے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین۔ دو تین مرتبہ آپ نے یہی غمگین الفاظ ارشاد فرمائے۔ طبری نے لکھا ہے کہ اُس وقت آپ کے فرزند علی بن الحسین گھوڑا دوڑاتے ہوئے

www.kitabmart.in

آپ کے پاس آئے اور یہی الفاظ اپنی زبان پر جاری کرکے دریافت کیا کہ اس وقت ان کلمات کے زبان پر جاری کرنے کا کیا سبب تھا؟ فرمایا "ابھی میری آنکھ لگ گئی تھی، میں نے ایک سوار دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ یہ لوگ تو راستا طے کر رہے ہیں اور موت ان کی طرف آگے بڑھ رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے موت کی اطلاع ہے جو دی گئی ہے"۔ شاہزادہ نے عرض کیا بابا! خدا آپ کو رنج کی صورت نہ دکھلائے۔ کیا ہم حق پر نہیں ہیں"؟ امام نے فرمایا، بلی والذی الیہ مرجع العباد "کیوں نہیں! یقیناً! قسم اُس خدا کی جس کی جانب تمام خلق کی بازگشت ہے"۔ شاہزادہ نے کہا:-

یاابت اذاً لانبالی نموت محقین "جب ہم حق پر ہیں تو پھر ہمیں موت کی کیا پرواہ ہے"۔ امام نے دعائے خیر دی۔ فرمایا:-

جزاک اللہ من ولد خیر ما جزیٰ ولدا عن والدہ "بیٹا تمھیں خدا جزائے خیر دے۔ بہترین جزا جو کسی بیٹے کو اُس کے باپ کی طرف سے دی جا سکتی ہے"[لہ]

اس واقعہ میں آپ کے سامنے عزت نفس، اطمینان قلب اور ثبات ضمیر کی عجیب مثال پیش ہوتی ہے۔ شاہزادہ کا حدود ادب کو

لہ تاریخ طبری جلد ۶ ط ۲۳ ۔ ص ۲۳۲

www.kitabmart.in

اس بے چینی کے موقع پر اس طرح پیش نظر رکھنا امام کا صفائی کے ساتھ حقیقت واقعہ سے اطلاع دیکر گویا فرزند کے دل کی گھبراہٹ کا امتحان لینا۔ بیٹے کا انتہائی استقلال کے ساتھ اپنے مافی الضمیر اور حق کی راہ میں فداکاری کے جذبہ کو ظاہر کرنا اور امام کا خوش ہو کر دعائے خیر دینا ایک ایسا مرقع ہے جس کو دیکھکر رگوں میں خون دوڑتا ہے اور فداکاری کی روح میں زندگی پیدا ہوتی ہے۔

روایت میں کوئی لفظ ایسی نہیں ہے جس کی بنا پر یہ ماننا ضروری ہو کہ وہ جناب علی اکبر ہی سے متعلق ہے بلکہ یہ احتمال پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ امام زین العابدینؑ سے تعلق رکھتی ہے لیکن عموماً اس روایت کو جناب علی اکبر ہی سے وابستہ کیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں علی ابن الحسین کی لفظ جب بغیر کسی دوسرے قرینہ کے استعمال ہو تو اُس سے جناب علی اکبر ہی مراد ہوا کرتے تھے اور یہ ایک مستقل دلیل ہے اس کی کہ وہ سید الشہدا کی اولاد میں سب سے بڑے تھے اور نمایاں شہرت کے مالک تھے۔

امام کا عطیہ

طبری نے لکھا ہے کہ امام حسین کا ایک خاص گھوڑا تھا جس کا نام "لاحق" تھا۔ امام نے کربلا میں یہ اپنے فرزند علی بن الحسین کی سواری کو عطا فرمایا تھا۔

www.kitabmart.in

مصنف ابصار العین نے ابو الفرج (مؤلف اغانی) وغیرہ کے حوالہ سے جناب علی اکبر کے میدان جہاد میں جانے کی جو روایت درج کی ہے، اُس میں لکھا ہے:۔

لما نظر الی وحدۃ ابیہ تقدم الیہ وھو علی فرس لہ یدعیٰ ذا الجناح "جب اُنھوں نے اپنے والد بزرگوار کی تنہائی کو دیکھا تو آگے بڑھے اور وہ اپنے خاص گھوڑے پر سوار تھے جس کا نام تھا ذو الجناح"۔

اس روایت میں اس کا کوئی پتہ نہیں ہے کہ یہ گھوڑا خاص اسی دن جناب علی اکبر کو عطا کیا گیا تھا۔

عام طور پہ ذو الجناح جناب سید الشہداء کے "اسپ باوفا" کا نام مشہور ہے اور جناب علی اکبر کے گھوڑے کا نام عقاب بتلایا جاتا ہے، مگر اس کا تاریخ میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔

اذن جہاد روز عاشور جب تک اصحاب زندہ رہے بنی ہاشم میں سے کسی ایک شخص کو بھی کسی طرح کا کوئی صدمہ نہیں پہونچا۔ لیکن جب اُن وفاداروں میں سے کوئی باقی نہ تھا۔ تو اب امام کے اعزا ہی تھے جو میدان جنگ میں جا سکتے تھے۔ اس موقع کی صورت حال کا صحیح اندازہ "اسوۂ حسینی" (ص ۲۱۱) کے حسب ذیل تبصرہ سے ہوگا

www.kitabmart.in

میں سے کہا ہے کہ :-

"تاریخ نے سب واقعات کو بیان ہی کہاں کیا ہے۔ اس لیے کہ دوست باقی بچے نہیں تھے۔ دشمنوں کو غرض کیا تھی کہ تمام واقعات بیان کرتے۔ یقیناً اگر موقع ہوتا تو حضرت اعزا کو اصحاب سے پہلے میدان جنگ جانے کی اجازت دیتے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب نے کسی طرح اس کو منظور نہیں کیا کہ اُن کی زندگی میں کوئی شخص اولادِ ہاشم سے میدان جنگ میں جائے۔ مگر جب اصحاب شہید ہو چکے اور دل کے ٹکڑوں کی نوبت آئی تو اب بھائی کی اولاد تھی یعنی امام حسن کے صاحبزادے۔ چچازاد بھائی کی اولاد یعنی مسلم کے فرزند چچا کے بیٹے یعنی عقیل کی اولاد۔ پھر ایک چچازاد بھائی کے بیٹے یعنی عبداللہ بن جعفر کے صاحبزادے۔ جو بھانجے کہے جاتے ہیں۔ اپنے باپ کی اولاد یعنی بھائی۔ اور خود اپنی اولاد۔ امام حسینؑ نے چاہا کہ کوئی اور میدان جنگ میں نہ جانے پائے اور یہ کہنے کو نہ ہو کہ بھائی کی اولاد تھی نا اس لیے اُسے پہلے بھیج دیا۔ یا چچا کی اولاد کو پہلے بھیج دیا۔ اس لئے تاریخ کی مسلمہ حقیقت یہ ہے۔ حدیث اور تاریخ دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ اعزہ میں سب سے پہلے جناب علی اکبر کو میدان جنگ میں جانے کی اجازت ملی ہے ——— امام حسینؑ کو یہ دکھلانا تھا کہ حمایت حق کے

www.kitabmart.in

موقع پر سب سے پہلے اپنے عزیز ترین شخص ہی کو فدا کرنا چاہئے۔ رسالتمآب کا طرز عمل یہی تھا کہ جب جنگ کا موقع ہوتا تھا تو آپ اپنے خاص عزیزوں کو آگے رکھتے تھے۔ چنانچہ عبیدہ جنگ بدر میں شہید ہوئے اور حمزہ جنگ احد میں۔ اسی طرح امیر المومنینؑ نے جنگ جمل میں علم لشکر اپنے فرزند محمد ابن حنفیہ کو دیا اور فوج دشمن پر حملہ کرنے کا حکم دیا' اور اسی کا مکمل نمونہ امام حسینؑ نے کربلا میں پیش کیا کہ سب سے پہلے اپنے فرزند کو اجازت دیدی"۔

جہاں تک تاریخ سے پتہ چلتا ہے امام نے علی اکبر کو میدان جہاد میں جانے سے ذرا بھی روکا نہیں مگر دل کی بیچینی نے تلاطم ضرور پیدا کر دیا۔

آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:۔

اَللّٰھم اشھد علیٰ ھٰؤلاء القوم فقد برز الیھم غلام اشبہ الناس خلقا وخلقا ومنطقا برسولک وکنا اذا اشتقنا الیٰ نبیک نظرنا الیٰ وجھہ

"خداوندا! گواہ رہنا ان لوگوں کے ظلم پر کہ اب جا رہا ہے ان کی طرف وہ نوجوان جو صورت و سیرت اور گفتار میں تیرے رسول کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہے۔ جب ہم تیرے پیغمبر کی زیارت کے مشتاق ہوتے تھے تو اس کا چہرہ دیکھ لیتے تھے"۔

www.kitabmart.in

میں سمجھتا ہوں کہ یہ مختصر سے الفاظ مناجات کے اُس بے پایاں رنج و اندوہ کی پوری تشریح کر دیتے ہیں جو اس وقت امام پر غالب تھا مگر اس کے ساتھ اُن میں عزت نفس اور بلندی ضمیر اور حسین کے بےمثال نظریہ کا وہ بلند نمونہ ہے جو حسین ہی سے مخصوص ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ حد سے بڑھی ہوئی مصیبت انسان کو بے قابو بنا دیتی ہے اور وہ بے ساختہ اپنے دلی جذبات کا اظہار کرنے لگتا ہے۔ علی اکبر کا وجود ہر طرح امام کے لئے جاذبیت رکھتا تھا اور ایک باپ کی ایک ایسے فرزند کے ساتھ جتنی بھی آرزوئیں وابستہ ہو سکتی ہیں وہ سب ہی امام حسینؑ کی علی اکبر کے ساتھ وابستہ تھیں۔ ان میں نمایاں پہلو ہیں علی اکبر کی جوانی، خوبصورتی، خوش سیرتی، اور عام مذاق کے مطابق "نامرادی" مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جب یہ جوان فرزند امام سے رخصت ہو رہا ہے تو امام کے سامنے یہ کچھ بھی نہیں ہے۔

وہ اُس طرح اس غم پر اظہار رنج نہیں کرتے جس طرح ایک کمزور دل کا شخص یا اس دنیا کے تعلقات کا گرویدہ ایسے موقع پر قلبی کیفیتوں کا اظہار کر سکتا ہے۔ وہ عورتوں کے سے بین کرنا اپنے اقتدار نفس کے خلاف سمجھتے ہیں۔ بیشک اُن کے پیش نظر ہے تو ایک

www.kitabmart.in

ایسا پہلو جس سے حقیقتاً حسین حسین معلوم ہوتے ہیں۔

اس وقت اکبر کی جدائی سے حسین کو اپنے نانا رسول اللہ کی تصویر چھٹتے دکھلائی دے رہی ہے اور اس پر وہ خدا کو گواہ کرتے ہیں اور "بس جارہا ہے" کے الفاظ میں اذن جہاد خود بخود مضمر ہے۔ اور اس لئے اس دعا ہی سے علی اکبر سمجھ لئے کہ مجھے میدان جنگ میں جانے کی اجازت حاصل ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ امام نے عمر سعد کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا یا ابن سعد قطع اللہ رحمک کما قطعت رحمی ولم تحفظنی فی رسول اللہ ؐ

اس کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ " اے ابن سعد خدا تیری نسل کو قطع کرے اسی طرح جیسے تو نے میری نسل قطع کی ہے "

اس میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام کی نسل کا قیام حضرت امام زین العابدین سے برقرار رہا۔ پھر اس " قطع نسل " کے کیا معنی ہیں۔ اسی لئے مصنف ابصار العین کو تاویل کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

یعنی قطع اللہ نسلک من ولدک کما قطعت نسلی من ولدی فانہ لا عقب لہ۔

" مقصود حضرت کا یہ ہے کہ خدا تیرے نسل کو تیرے فرزند سے

www.kitabmart.in

اسی طرح قطع کرے جیسے میری نسل کو جو اس فرزند سے ہوتی قطع کیا ہے کیونکہ علی اکبر کے کوئی اولاد نہیں تھی۔"

مجھے گذشتہ فقرہ کے وہ معنی ہی نہیں معلوم ہوتے جو قرار دیئے گئے ہیں۔

ہندوستانی عربی داں صرف اگر وہ ترجمہ کرتے تو مجھے تعجب نہ ہوتا کیونکہ یہ لوگ عربی الفاظ کو اپنے مذاق اور محاورہ کے ماتحت سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس لئے اکثر الفاظ کے ترجمہ میں غلطی کرتے ہیں مگر فاضل سماوی سے جو موجودہ زمانہ کے ایک باخبر عربی ادیب ہیں بہت تعجب ہے "قطع رحم" کے معنی عربی میں حقوق قرابنداری کا لحاظ نہ کرنے کے ہیں اور اس لئے قطعت رحمی کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ "تونے میری قرابداری کا کوئی لحاظ نہ کیا۔"

اور اس کی توضیح بعد کے فقرہ سے ہوتی ہے کہ ولم تحفظنی فی رسول اللہ " تونے رسول اللہ کی خاطر سے میرے حقوق کی کچھ بھی نگہداشت نہیں کی۔"

اس صورت میں قطع اللہ رحمک کے یہ معنی قرار پائیں گے کہ خدا تجھ کو بھی اسی طرح قطع رحم میں مبتلا کرے یعنی تیرے ساتھ بھی کوئی مراعات کسی رشتہ کے لحاظ سے کبھی نہ کی جائے۔

www.kitabmart.in

رجز خوانی اور جنگ } گذشتہ دعا اور اس مخاطبہ میں جناب علی اکبر اذن جہاد کے معنی سمجھ چکے تھے۔ وہ میدان جنگ میں آئے اور یہ رجز پڑھنے لگے۔

انا علی بن الحسین بن علی — نحن ورب البیت اولی بالنبی

تاللہ لا یحکم فینا ابن الدعی

یہ طبری کی روایت کے الفاظ ہیں (یعنی) میں ہوں علی حسین کا بیٹا اور علی کا پوتا۔ ہم بخدا سب سے زیادہ رسول کے حقدار ہیں۔ خدا کی قسم ہم میں ہرگز حکومت نہیں کر سکتی زنا زادہ کی اولاد"

مناقب ابن شہر آشوب میں جو رجز کے اشعار نقل کئے ہیں وہ یہ ہیں:۔

انا علی بن الحسین بن علی — من عصبۃ جد ابیھم النبی

نحن وبیت اللہ اولی بالوصی — واللہ لا یحکم فینا ابن الدعی

اضربکم بالسیف احمی عن ابی — اطعنکم بالرمح حتی ینثنی

طعن غلام ہاشمی علوی

"میں ہوں علی حسین بن علی کا فرزند۔ میرے باپ کے نانا رسول اللہ ہیں۔ ہم خدا کی قسم وصی رسول کے سب سے زیادہ قرابتدار ہیں۔ بخدا ہم میں زنا زادہ کی اولاد حکومت نہیں کر سکتی۔ میں تم کو تلواریں لگاؤں گا اپنے باپ کی حمایت میں اور نیزہ کے وار کروں گا یہاں تک کہ نیزہ ٹیڑھا ہو جائے۔ ایسے حملے

www.kitabmart.in

جو ایک ہاشمی اور علوی جوان کو کرنا چاہئیں۔
زیارت شہدا میں رجز کے اشعار یہ ہیں:۔

انا علی بن الحسین بن علی — نحن وبیت اللّٰہ اولی بالنّبی
اطعنکم بالرمح حتی ینثنی — اضربکم بالسیف احمی عن ابی
ضرب غلام ہاشمیّ عربیّ — واللّٰہ لا یحکم فینا ابن الدّعی

ابصار العین میں ہے:۔

انا علی بن الحسین بن علی — نحن وبیت اللّٰہ اولی بالنّبی
واللّٰہ لا یحکم فینا ابن الدّعی

یہ طبری کی روایت سے متحد ہے صرف اتنا فرق ہو کہ وہاں دوسرے مصرع میں (نحن ورب البیت) ہے یہاں (نحن وبیت اللّٰہ) وہاں تیسرے مصرع میں (تاللّٰہ) ہے۔ یہاں (واللّٰہ) ہے۔

مجموعی حیثیت سے آپ نے اندازہ کیا ہوگا کہ جزئی اختلاف کے ساتھ جو مصرعے رجز کے متفق علیہ ہیں وہ اتنے ہی ہیں جو طبری نے درج کئے ہیں۔

یہ رجز شہدائے کربلا میں سب سے الگ ایک خاص انداز کا حامل ہے دوسرے شہداء کے رجز میں زیادہ تر شجاعان عرب کے انداز پر اپنی شجاعت کا اظہار ہے یا امام کی بارگاہ میں اپنی وفاداری کا اثبات ہے لیکن

www.kitabmart.in

لیکن جناب علی اکبر کا رجز ایک تبلیغی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے مختصر الفاظ میں پورے طور سے اسباب وعلل جنگ پر تبصرہ کر دیا ہے۔ اور دکھلایا ہے کہ اس وقت سوال کس چیز کا درپیش ہے۔

اس میں اپنی ولایت کا ثبوت پیش کیا گیا ہے (نحن وبیت اللہ اولی بالنبی)

جس میں ایک طرف قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے کہ (اولوا الارحام بعضھم اولی ببعض) دوسری طرف اپنے صفات کی بلندی کے لحاظ سے رسول اللہ کے ساتھ اولویت کا اظہار ہے اس آیت کی بنا پر کہ (ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ)۔ اس کے بعد حکومت وقت کے تسلیم کرنے سے اپنے انکار کو ظاہر کیا گیا ہے اور اپنے مخالف کی پستی کو دکھلایا گیا ہے۔"

اگر اس اموی سیاست کے پہلو میں جس کی پردہ کشائی میں نے پہلے کی ہے اور جس کی بنا پر میں نے دکھلایا ہے کہ دربار شام کی طرف سے جناب علی اکبر کی ننھیالی خصوصیت پر زیادہ زور دیا جاتا تھا' اس کے پہلو میں اسی رجز کے ابتدائی دونوں مصرعوں کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں پورے طور پر اُس سیاست کا جواب ہے۔ وہ لوگ علی اکبر کی مدح میں تمام بنی ہاشم اور اولاد رسول سے الگ

www.kitabmart.in

خصوصیات کا اظہار کرتے تھے۔ گویا اس فرع کو اُس اصل سے الگ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جناب علی اکبر اپنے اظہار نام ونسب میں اپنا طرہ امتیاز صرف اپنے ددھیالی رشتہ کو قرار دینا چاہتے ہیں اور اس کی چھاؤں بھی نہیں آنے دیتے کہ آپ میں کوئی دوسرا عنصر شریک ہو طبری نے لکھا ہے کہ علی اکبر نے کئی حملے کئے اور برابر آپ یہی اشعار پڑھ رہے تھے۔ بحار میں ہے فلم یزل یقاتل حتی ضجّ الناس من کثرۃ من قتل منھم "علی اکبر نے اتنی جنگ کی کہ دشمن کثرت مقتولین کی وجہ سے چیخ اُٹھے"۔

پیاس کی شدت اور طلب آب اس جنگ میں جوان مجاہد کا جسم زخمی ہو گیا تھا۔ آفتاب کی حدت کے ساتھ پیاس کا التہاب بہت بڑھ گیا۔ ابن شہر آشوب وغیرہ کی روایت کے مطابق میدان جنگ سے واپس آئے۔ اور اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہو کر پیاس کی شدت کا اظہار کیا۔

مشہور الفاظ اس وقت کے یہ ہیں یا ابت العطش قد قتلنی وثقل الحدید اجھدنی "اے بابا مجھے پیاس نے مار ڈالا ہے اور لوہے کے بوجھ نے میری جان پہ بنا دی ہے"۔

نہیں کہا جا سکتا کہ اس سوال کا مقصد کیا تھا۔

www.kitabmart.in

ممکن ہے کہ پانی کی بالکل نایابی کا شاہزادہ کو علم نہ ہو، اور ممکن ہو مطلب یہ ہو کہ حضرت بنی ہاشم کے موجودہ نوجوانوں کو علی اکبر کے ساتھ بھیج کر نہر سے پانی منگوانے کا انتظام کریں۔ ذاکرین کی طرف سے اس کی یہ توجیہ بھی ہوتی ہے کہ جناب علی اکبر عام لوگوں کو امام کی مجبوری اور پانی کی نایابی کا پورا یقین دلانا چاہتے تھے کہ اگر کچھ بھی پانی موجود ہوتا تو امام مجھ سے دریغ نہ کرتے۔

یہ تمام توجیہیں اس صورت میں ہیں کہ روایت کو بالکل صحیح مانا جائے۔

ظاہر ہے کہ امام کو اپنے فرزند کی اس تمنا کے پورا ہو سکنے کی جتنی بھی تکلیف نہ ہوتی کم تھی۔

آپ نے کہا "پانی کہاں ہے جاؤ۔ تمہارے دادا رسول اللہ آب کوثر سے تمہیں سیراب کریں گے"۔

علی اکبر دوبارہ میدان میں آئے۔

شہادت جناب علی اکبر نے اب کی مرتبہ پھر سخت جنگ کی۔ مرہ بن منقذ بن نعمان عبدی، عمر سعد کی فوج کا ایک مخصوص سپاہی تھا۔ اس نے جو جناب علی اکبر کو جنگ کرتے دیکھا تو کہا کہ اگر اب کی مرتبہ اس جوان نے پھر حملہ کیا اور میری طرف سے گذرا تو میں ضرور اس کے باپ کو

www.kitabmart.in

اس کے غم میں مبتلا کرونگا۔

ایسا ہی ہوا۔ علی اکبر تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے دشمنوں پر حملہ آور تھے بس مرہ پاس آگیا اور نیزہ مار دیا۔ طبری میں صرف اتنا ہی ہے۔ ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ اُس نے دھوکا دیکر پشت پر نیزہ مارا۔ ابصار العین میں یہ روایت درج ہے کہ مرہ بن منقذ نے آپ کے حلقوم پر تیر لگایا۔ علی اکبر گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اور دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ شاہزادہ کے جسم کے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے

امام کی حالت اور الم کا اضطراب

علی اکبر کی شہادت کا امام پر بڑا اثر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ قتل اللہ قوما قتلوک یا بنیّ ما اجرأھم علی الرحمٰن وعلی رسولہ وعلی انتھاک حرمۃ الرسول علی الدنیا بعدک العفا

"خدا فنا کر دے اُس جماعت کو جس نے تجھے قتل کیا۔ اے میرے فرزند کتنی جراتیں بڑھ گئی ہیں ان لوگوں کی۔ خدا اور اُس کے رسول کے مقابلہ میں۔ تیرے بعد دنیا کی زندگی پر خاک ہے۔"

یقیناً خیام حسینی میں اس حادثہ سے تہلکہ پڑ گیا ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ جناب زینب نے علی اکبر کی پرورش کی تھی۔ اگرچہ اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے۔

مشہور روایت یہ ہے کہ اس وقت مضطرب ہو کر جناب زینب خیمہ سے

www.kitabmart.in

باہر آگئی تھیں اور آکر جناب علی اکبر کی لاش سے لپٹ گئیں۔ امام آئے اور ہاتھ پکڑ کر سمجھاتے ہوئے خیمہ میں لے گئے۔ اس روایت میں شک و شبہہ کا میدان بہت وسیع ہے۔

علامہ کنتوری نے "مائتین فی مقتل الحسین" میں اس روایت پر کافی بحث کی ہے۔ اُنھوں نے لکھا ہے کہ "یہ ایک اضطراری فعل تھا جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ رہ گیا یہ امر کہ جناب زینب کہاں تک آئی تھیں اس کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ اُس خیمہ تک تشریف لائی تھیں جس کے سامنے اصحاب جنگ کرتے تھے۔ اور وہ سراپردۂ حسینی کے آگے ہی نصب تھا اور زیادہ دور نہیں تھا۔ جب حضرت علی اکبر کی لاش کو اُٹھا کر اُس خیمہ میں لائے تو جناب زینب اُس خیمہ تک آگئیں۔ یہ اُس صورت میں ہے کہ جب علی اکبر کی شہادت تمام اعزا، کے آخر میں تسلیم کی جائے۔ اور اگر آپ سب سے پہلے شہید ہوں اولاد ابو طالب میں سے تو اُس صورت میں روایت میں یہ ہے کہ امام نے نوجوانوں سے فرمایا کہ "اُٹھاؤ اپنے بھائی کی لاش" سب نوجوانوں نے مل کر جناب علی اکبر کی لاش کو اُٹھایا اور اُس خیمہ کے آگے لا کر لٹا دیا جو جنگ کے موقع پہ بطور مرکز سپاہ قرار دیا گیا تھا۔ جناب زینب اُسی خیمہ تک آئی تھیں۔ رہ گیا یہ امر کہ پھر آپ کا نام لوگوں کو کیسے معلوم ہوا تو ممکن ہے کہ کسی نے امام کی

www.kitabmart.in

آواز سن لی ہے یہ کہتے ہوئے کہ "بہن زینب تم اپنے خیمہ سے کیوں نکل آئیں"۔ بے شک جناب زینب کا میدان جنگ میں آجانا کیک امر ہے اور میرے نزدیک ثابت نہیں ہے"۔

یہ علامہ کنتوری کا ذاتی خیال ہے۔ اصل روایت کے مضمون پہ منطبق نہیں ہوتا۔ روایت تاریخ طبری میں مذکور ہے اور اسی لئے میں نے بھی "محاربۂ کربلا" میں درج کردی ہے مگر راوی اس روایت کا حمید بن مسلم ہے۔

اس کا روز عاشور کربلا میں وجود ہی نہیں تھا۔ اس کا پتہ ہم کو ایک ایسے مورخ کی تحریر سے چلتا ہے جو طبری سے مقدم ہے۔ ابو حنیفہ احمد بن داؤد دینوری متوفی ۲۸۱ھ نے کتاب (الاخبار الطوال) میں جو ۱۳۳۰ھ میں مصر میں شائع ہوئی ہے لکھا ہے:۔

روی عن حمید بن مسلم قال کان عمر بن سعد لی صدیقا فاتیتہ عند منصرفہ من قتال الحسین فسألتہ عن حالہ فقال لاتسئل عن حالی فانہ ما رجع غائب الی منزلہ بشر مما رجعت بہ قطعت القرابۃ القریبۃ وارتکبت الامر العظیم (ص ۲۷۵)

"حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ عمر بن سعد سے اور مجھ سے دوستی تھی، جب وہ حسین کی جنگ کے بعد واپس آیا تو میں اُس کے پاس گیا

www.kitabmart.in

اور خیریت دریافت کی۔ اُس نے کہا تم میری خیریت کیا پوچھتے ہو اس لئے کہ کوئی اپنے گھر سے سفر کرنے والا اس بری طرح واپس نہ آیا ہوگا جس طرح میں واپس آیا ہوں۔ میں نے قریبی رشتہ داری کا کوئی لحاظ نہ کیا اور ایک بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔"

خود طبری نے سلیمان بن صرد خزاعی اور اُن کی جماعت کے حالات میں حمید بن مسلم کی زبانی جو روایت درج کی ہے وہ بھی اس کی مؤید ہے ملاحظہ ہو (ج ۷، ص۴۸)

حمید بن مسلم قال واللّٰہ انی لشاھد بھذا الیوم یوم ولّوا سلیمان بن صرد وانّا یومئذ لاکثر من مائۃ رجل من فرسان الشیعۃ ووجوھھم فی دارہ قال فتکلم سلیمان بن صرد فشدّد وما زال یردّد ذلک القول فی کل جمعۃ حتی حفظتہ

"حمید بن مسلم کا بیان ہے کہ خدا کی قسم میں اُس دن موجود تھا جس دن سلیمان بن صرد کو حاکم تسلیم کیا گیا۔ ہم لوگ اُس دن سَو آدمیوں سے زیادہ تھے بہادر جنگ آزما اور ممتاز شیعوں میں سے، خود سلیمان بن صرد کے مکان میں، سلیمان نے بہت سخت لب و لہجہ میں تقریر کی اور برابر اُسی تقریر کو ہر جمعہ کے دن دوہراتے رہے یہاں تک کہ میں نے یاد کر لیا۔"

www.kitabmart.in

ظاہر ہے کہ توابین کی جماعت اُن ہی لوگوں پر مشتمل تھی جو واقعۂ کربلا میں شریک نہ ہوئے تھے۔ اور ان کا مقصد تھا قاتلانِ امام حسینؑ سے انتقام لینا۔ اگر حمید بن مسلم کا شمار ان لوگوں میں سے ہوتا جو امام سے جنگ کے لئے کربلا میں موجود تھے تو کبھی وہ سلیمٰن بن صرد کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا تھا۔

اس کے بعد جن جن روایات میں کربلا کے حالات حمید بن مسلم کی زبانی بطورِ چشم دید واقعہ کے مذکور ہیں وہ سب مشکوک ہو جاتی ہیں اور اُن کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی۔

اس صورت میں کہ جب علی اکبر کی شہادت تمام دوسرے اعزّا کے پہلے مانی جائے جس کو ہم نے صحیح ثابت کیا ہے تو یہ روایت درایت کے لحاظ سے بھی بالکل غلط قرار پاجاتی ہے اس لئے کہ اُن تمام اعزّار کی موجودگی میں جن میں حضرت عباس اور اُن کے تمام بھائی، اولادِ عقیلؑ اولادِ جعفر سب ہی موجود تھی۔ اتنے عظیم واقعہ پہ کہ جناب زینب نعوذ باللہ خیمہ سے باہر آجائیں، اُن تمام ہاشمی جوانوں کے تاثرات کا کچھ نہ کچھ اظہار ضروری تھا اور تنہا سید الشہدار کا نام نہ ہوتا کہ آپ اپنی بہن کو سمجھا کر خیمہ میں لے گئے۔ یہ تو اُسی وقت ممکن تھا جب اس وقت سوائے حضرت سید الشہدار کے کوئی اور موجود ہی نہ ہوتا اور آپ

www.kitabmart.in

بالکل بے بس اور بے کس ہوتے۔

طبری میں ہے کہ امام نوجوانان بنی ہاشم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ "اُٹھاؤ اپنے بھائی کی لاش" سب نوجوان آگے بڑھے اور اُنھوں نے علی اکبر کی لاش کو لاکر اُس خیمہ کے آگے رکھ دیا جو مرکزِ سپاہ کی حیثیت سے قرار دیا گیا تھا۔ اور جس کے آگے جنگ ہوتی تھی۔

ابن شہر آشوب نے چونکہ جناب علی اکبر کی شہادت کو تمام اعزّا کے بعد لکھا ہے، اس لئے اُن کی روایت کے لحاظ سے اب نوجوانان بنی ہاشم باقی ہی نہ تھے۔ امامؑ نے خود سینہ سے لگا کر علی اکبر کی لاش اٹھائی اور اُسے لاکر خیمہ کے آگے رکھ دیا۔ اس موقع پر ابن شہر آشوب نے یہ فقرہ عجیب لکھا ہے۔ فصار ان امہ شہر بانویہ ولھیٰ تنظر الیہ ولا تتکلّم۔

"اُن کی ماں شہر بانو غم سے بالکل مبہوت ہوگئیں۔ وہ ٹکٹکی باندھے بس دیکھتی تھیں اور کچھ بات نہ کرتی تھیں۔"

حالانکہ ابن شہر آشوب خود لکھ چکے ہیں کہ جناب علی اکبر کی ماں شہر بانو نہ تھیں۔ اُنھوں نے جناب علی اکبر کی ماں کا نام "برّہ بنت عروۃ بن مسعود الثقفی" لکھا ہے۔

www.kitabmart.in

یہ بھی میرے خیال میں غلط ہے اور ممکن ہے چھاپہ کی غلطی ہو۔ والدہ علی اکبر کا نام جیسا کہ آپ پہلے دیکھ چکے ہیں "لیلیٰ بنت ابی مرّۃ بن عروۃ بن مسعود" تھا۔ اس میں "لیلیٰ" کے باپ کا نام "ابو مرّہ" ہے۔ اسی سے "برہ" کی لفظ بن گئی۔ اور لیلیٰ کا نام غلطی سے حذف ہو گیا۔

رہ گئیں جناب شہر بانو، ان کا تو واقعہ کربلا میں وجود ہی نہیں ثابت ہے۔

(۲)

عبداللہ بن مسلم بن عقیل

اُن کی والدہ گرامی رقیہ بنت علی بن ابیطالب تھیں[۱]۔ یہ عمر بن علی کی حقیقی بہن تھیں۔ اُن کی والدہ ام حبیب بنت عباد بن ربیعہ بن یحیٰی بن العبد بن علقمہ التغلبیہ تھیں جنھیں امیر المومنین نے جنگ یمامہ یا عین التمر کے اسیروں میں سے خرید فرمایا تھا[۲]۔ اس اعتبار سے عبداللہ کو امام حسینؑ کے ساتھ دُہرا رشتہ تھا۔ ایک تو چچازاد بھائی کے فرزند تھے اور پھر بھانجے۔ جناب مسلم کی عالم غربت میں شہادت ابھی بالکل تازہ واقعہ تھی اور اُس کا اثر امام کے دل پر بہت زیادہ تھا اور اسی لئے شب عاشور آپ نے اپنے

۱؎ تنقیح المقال ج ۲ ص ۲۱۷۔ ۲؎ ابصار العین ص ۵۰

www.kitabmart.in

اصحاب سے جو مخاطبہ فرمایا ہے۔ اُس میں عقیل کی اولاد سے خاص طور پر یہ خطاب فرمایا تھا کہ تمھارے لئے مسلم کا قتل ہو جانا کافی ہے۔ تم چلے جاؤ۔ میں تم کو اجازت دیتا ہوں۔ مگر ان سب نے متفق ہو کر کہا تھا کہ لوگ بھلا ہم کو کیا کہیں گے؟ کہیں گے کہ ہم نے اپنے سید و سردار اور اپنے چچا کی اولاد کا ساتھ چھوڑ دیا' اور اُن کے ساتھ نہ کوئی تیر لگایا نہ نیزہ مارا اور نہ تلوار چلائی' اور خبر بھی نہ لی کہ اُن پر کیا گذر گئی۔ ہر گز نہیں ہم ایسا نہیں کرینگے۔ بلکہ ہم اپنی جان اور مال اور اہل و عیال آپ پر فدا کر دینگے۔ اور آپ کے ساتھ رہ کر جنگ کریں گے۔ یہاں تک کہ جو آپ کا انجام ہو وہی ہمارا بھی ہو۔ کیونکہ خدا غارت کرے اُس زندگی کو جو آپ کے بعد ہو" [۱]

جناب علی اکبر کو پہلا شہید قرار دینے کے بعد عبداللہ دوسرے شہید ہیں اور جن لوگوں نے جناب علی اکبر کی شہادت کو سب سے آخر میں بیان کیا ہے وہ عبداللہ کو سب سے پہلا ہی شہید قرار دیتے ہیں چنانچہ ابن شہر آشوب نے لکھا ہے:۔

اول من برز من بنی ھاشم عبد اللہ بن مسلم

"سب سے پہلے جو میدان میں بنی ہاشم میں سے نکلے وہ عبداللہ بن مسلم تھے" [۲]

---

[۱] طبری ج ۶ ص ۲۳۹ ۔ [۲] مناقب ج ۴ ص ۹۶

www.kitabmart.in

تاریخ روضۃ الصفا میں ہے" اول کسی کہ از اہلبیت قدم درمیدان مبارزت نہاد عبداللہ بن مسلم بن عقیل بود"¹

طبری کی روایت کے مطابق معلوم یہ ہوتا ہے کہ جناب علی اکبر کی شہادت سے خیمہ میں کہرام جو برپا ہوا تو کمسن بچے گھبرا کر خیمہ سے باہر آ گئے۔ بیرحم دشمنوں کو موقع مل گیا۔ عمرو بن صبیح صیدائی نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو تیر لگایا جو بچہ کی پیشانی کی طرف آیا۔ بچہ نے گھبرا کر اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھ دیا۔ تیر نے ہاتھ کو پیشانی کے ساتھ چھید دیا۔ پھر دوسرا تیر آیا جو سینہ پر پڑا اور اُس نے کام تمام کر دیا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت کمسن تھے اور بغیر جنگ کے شہید ہوئے۔ مگر مناقب اور بحار وغیرہ میں اُن کی رجز اور جنگ موجود ہے۔

علامہ مامقانی نے بعض علمائے انساب کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ عبداللہ کی عمر چودہ سال تھی²

اُن کے قاتل کا نام عمرو بن صبیح صیدائی ہے۔ مناقب میں لکھا ہے کہ ان کو عمرو بن صبیح اور اسد بن مالک نے قتل کیا۔ ممکن ہے کہ وہ دوسرا تیر اسد بن مالک ہی کا ہو۔ زیارت شہدا میں اُن پر سلام موجود ہے۔

---

¹ روضۃ الصفا مطبوعہ نولکشور جلد ۲ ص ۵۸۵ ۔ ² تنقیح المقال جلد ۲ ص ۲۱۸ ۔

www.kitabmart.in

(۳)

محمد بن مسلم بن عقیل

یہ عبداللہ کے مختلف البطن بھائی تھے۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ان کی والدہ امّ ولد تھیں۔ علامہ مامقانی نے ان کی عمر بارہ یا تیرہ سال لکھی ہے[۱]
ابصار العین فی انصار الحسین میں ہے کہ عبداللہ کے قتل ہونے کے بعد اولاد ابی طالب نے ایک ساتھ حملہ کر دیا۔ امام نے آواز دی ہاں! میرے چچا کے فرزند موت کے مرحلہ کو سر کر دو۔ چنانچہ ان میں سے محمد بن مسلم شہید ہو کر گر گئے۔ ان کو ابو مرہم ازدی اور لقیط بن ایاس جہنی نے قتل کیا۔ مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ محمد بن مسلم نے جنگ کی اور ابو مریم ازدی نے آپ کو نیزہ سے شہید کیا۔

صاحب ناسخ نے لکھا ہے "تو اند شد کہ از پسران مسلم این محمد الاکبر است" اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے چھوٹے بھائی بھی کوئی ہیں جن کا نام محمد تھا۔ ممکن ہے صاحب ناسخ کی نظر اس فقرہ میں اس مشہور روایت کی طرف ہو جو پسران مسلم کی کوفہ میں شہادت کے بارے میں ہے کیونکہ صاحب ناسخ نے اس روایت کو پوری تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے مگر جہاں تک میں سمجھتا ہوں تاریخی حیثیت سے اس روایت کا کوئی اعتبار نہیں ہے

---

[۱] تنقیح المقال ج ۳ ص ۱۸۷

www.kitabmart.in

(۴)

جعفر بن عقیل بن ابیطالبؑ

مناقب ابن شہر آشوب میں عبداللہ بن مسلم کی شہادت کے بعد لکھا ہے کہ اس کے بعد جعفر بن عقیل میدان جنگ میں آئے اور وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

انا الغلام الابطحی الطالبی ۔۔۔ من معشر فی ھاشم من غالب

ونحن حقا سادۃ الذوائب ۔۔۔ ھذا حسین اطیب الاطائب

"یعنی میں مکہ کا رہنے والا۔ طالب کے خاندان کا ہاشم کی نسل سے اور غالب کے گھرانے سے ہوں۔ یقیناً ہم تمام قبائل کے سردار ہیں اور یہ حسینؑ تمام پاکیزہ اشخاص میں سب سے زیادہ پاکیزہ ہیں۔"

دو آدمی اور ایک روایت کے مطابق پندرہ آدمی فوج مخالف کے قتل کئے اور پھر بشر بن خوط ہمدانی کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔

تاریخ روضۃ الصفا میں ہے:۔

"اول کسے کہ از اہل بیت قدم در میدان مبارزت نہاد عبداللہ بن مسلم بن عقیل و بعد از وے جعفر بن عقیل۔"

ناسخ میں عبداللہ اور محمد پسران مسلم دونوں کی شہادت کے بعد لکھا ہے:

"بعد از ایشاں نوبت بہ پسران عقیل افتاد اول کس جعفر بن عقیل بود۔"

www.kitabmart.in

زیارت شہداء میں بھی جعفر بن عقیل پر سلام موجود ہے۔ اُس میں بھی اُن کا قاتل بشر بن خوط ہمدانی کو قرار دیا گیا ہے۔ مگر طبری نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عزرہ خثعمی نے تیر مارا۔ جعفر بن عقیل نے اس تیر سے شہادت پائی۔ صاحبِ ناسخ جن کی تاریخی موشگافیوں کا جائزہ میں پہلے لے چکا ہوں اس مقام پر بھی عجیب غلط فہمی میں مبتلا ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے یہ لکھنے کے بعد کہ جعفر کو بشر بن خوط نے قتل کیا حسب ذیل الفاظ سپرد قلم کئے ہیں:۔

"از حمید بن مسلم و ابی جعفر الباقر مرویست کہ او را عروہ بن عبداللہ خثعمی مقتول ساخت۔"

اس سے آپ سمجھتے ہوں گے کہ امام محمد باقرؑ کی حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ صاحب ناسخ نے کسی جگہ ابو جعفر کے حوالہ سے یہ دیکھا ہوگا کہ جعفر کا قاتل عبداللہ بن عزرہ ہے۔ اُنھوں نے ابو جعفر سے امام باقرؑ کو مراد سمجھ لیا۔ حالانکہ ابو جعفر علّامہ طبری کی کنیت ہے اور وہی اس سے مراد ہیں۔

(۵)

عبدالرحمن بن عقیل

ابن شہر آشوب نے جعفر بن عقیل کی شہادت کے بعد لکھا ہے کہ اُن کے بعد عبدالرحمن بن عقیل میدان جنگ میں آئے۔ رجز پڑھی اور بہت سے اشقیاء

www.kitabmart.in

کو قتل کیا پھر عثمان بن خالد جہنی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ روضۃ الصفا میں ہے
"بعد از جعفر بن عقیل عبد الرحمٰن بن عقیل بمیدان رفتہ جنگ کرد تا کشتہ شد"
طبری نے لکھا ہے کہ عثمان بن خالد بن اسیر جہنی اور بشر بن خوط ہمدانی دونوں
نے مل کر عبد الرحمٰن پر حملہ کیا اور وہ ان دونوں کے ہاتھ سے درجۂ شہادت پر
فائز ہوئے۔

زیارت شہدا میں اُن پر سلام کے الفاظ یہ ہیں:۔

السلام علی عبد الرحمن بن عقیل لعن اللہ قاتلہ و رامیہ عمر بن خالد
بن اسد الجہنی

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انھیں عمر بن خالد نے تیر لگایا تھا۔

(۶)

عبداللہ بن عقیل

صاحب ناسخ نے عبد الرحمٰن بن عقیل کی شہادت کے بعد لکھا ہے:۔

"از پس او عبد اللہ بن عقیل بن ابی طالب بمیدان آمد و رزمی صعب داد
و بعد از کرو فر فراوان عثمان بن اشیم الجہنی و بشر بن خوط القایضی او را
شہید کردند و بروایت سلمان بن ابی راشد او سند بحمید بن مسلم میرساند
او عبد اللہ اصغر است و مادرش ام ولد است و بعد از وبرادرش

www.kitabmart.in

عبداللہ اکبر بمیدان آمد و مادر او نیز ام ولد است قتال عظیم داد و بروایت مدنی عثمان بن خالد الجہنی و مردی از قبیلہ ہمدان او را القتل آوردند۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیل کے دو فرزند عبداللہ نام کربلا میں شہید ہوئے۔ ایک عبداللہ الاکبر اور ایک عبداللہ الاصغر۔

ابن شہرآشوب نے مناقب میں لکھا ہے:۔

"روی ان عبداللہ بن عقیل الاکبر قاتل فقتلہ عثمان بن خالد الجھنی"۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ عبداللہ اکبر فرزند عقیل نے جنگ کی اور عبداللہ بن خالد جہنی نے ان کو قتل کیا"۔

علامہ سید محسن امین عاملی نے بھی شہدائے کربلا میں عبداللہ اکبر ابن عقیل کا نام درج کیا ہے [۱]

مگر زیارت شہداء میں کوئی ذکر عبداللہ کا نہیں ہے۔ طبری نے بھی ان کی شہادت درج نہیں کی ہے۔ اور ابصار العین فی انصار الحسینؑ میں بھی شہدائے کربلا میں ان کا تذکرہ نہیں ہے۔ اور صاحب مناقب نے بھی بہت کمزور طور پر "بروایتے" کی لفظ سے ان کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔ اس لئے مجھے پورا وثوق اس کے متعلق نہیں ہے۔

پھر جب ایک ہی عبداللہ کی شہادت واقعہ کربلا میں مشکوک ہے تو دو [۲] کا کیا ذکر۔ جن کے تذکرہ میں صاحب ناسخ متفرد ہیں۔

[۱] اعیان الشیعہ ج ۴ ص ۲۵۱

www.kitabmart.in

(۷)

موسیٰ بن عقیل

علّامۂ مامقانی نے تنقیح المقال (ج ۳ ص۲۵۷) میں اُن کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اُن کی والدہ ام البنین بنت ابی بکر بن کلاب العامری تھیں اور وہ شہدائے کربلا میں سے ہیں۔

صاحب ناسخ لکھتے ہیں :-

"ابو مخنف حدیث می کند کہ موسیٰ بن عقیل بحضرت حسین علیہ السلام آمد و سلام داد و بمیدان مبارزت تاخت و ایں ارجوزہ قرائت کرد۔

یا معشر الکھول والشّبان   اضربکم بالسیف والسنان

احمی عن الفتیۃ والنسوان   وعن امام الانس والجان

ارضی بذاک خالق الانسان   ثم رسول الملک المنّان

وحملۂ گراں افگند و چنداں بکوشید کہ ہفتاد کس از سپاہ ابن سعد را با شمشیر در گذرانید، انگاہ شہید گشت"۔

میرے تمام معتبر ماخذ اس ذکر سے خالی ہیں اس لئے مجھے اس پر اطمینان نہیں ہے۔

www.kitabmart.in

(۸)

عون بن عقیل

ابن شہر آشوب نے اُن کا نام شہدائے کربلا میں درج کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اہلبیت میں سے جو لوگ کربلا میں شہید ہوئے اُن کی تعداد میں اختلاف ہے۔ اکثر کا قول یہ ہے کہ وہ ستائیس تھے جن میں سے نو عقیل کی اولاد میں سے تھے اُن میں سے ایک عون تھے ۱؎

صاحب ناسخ لکھتے ہیں:۔

ابن جوزی در کتاب تذکرہ خواص الامہ فی معرفۃ الائمہ عون را در شمار پسران عقیل آوردہ او را نیز مقتول یوم طف دانستہ ۲؎

علامہ سید محسن عاملی نے شہدائے کربلا کی فہرست میں ان کو "عون بن مسلم بن عقیل" لکھا ہے ۳؎

(۹)

علی بن عقیل

صاحب ناسخ لکھتے ہیں:۔

"فاضل مجلسی باسناد خود علی بن عقیل را در شمار شہدائے کربلا رقم کردہ"۔

۱؎ مناقب جلد ۴ صـ ۹۹ ۔ ۲؎ ناسخ التواریخ جلد ۶ صـ ۲۸۱ ۔ ۳؎ اعیان الشیعہ جلد ۴ صـ ۲۵۱

www.kitabmart.in

(۱۰)

جعفرؑ بن محمد بن عقیل

ابن شہر آشوب نے اُن کا نام نوؔ کی تعداد میں اولاد عقیل سے جو کربلا میں شہید ہوئے ہیں درج کیا ہے۔ صاحب ناسخ لکھتے ہیں کہ:۔

"دیگر جعفر بن محمد بن عقیل است کہ در شمار شہدائے کربلا اورا در قلم آوردہ اند بروایتے در یوم حرہ شہید شد"

علامہ سید محسن نے بھی شہدائے کربلا کی فہرست میں اُن کا نام لکھا ہے

(۱۱)

احمد بن محمد بن عقیل

علامہ مامغانی نے لکھا ہے کہ وہ روز عاشور میدان جنگ میں آئے اور یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

الیوم اتلو حسبی و دینی	بصارم تحملہ یمینی
احمی بہ عن سیدی و دینی	ابن علیؑ الطاھر الامین

اور بہت سے لوگوں کو فوج دشمن میں سے قتل کیا۔ یہاں تک کہ اُن کا گھوڑا زخمی ہو کر ہلاک ہو گیا پھر چاروں طرف سے گھیر کر اُنھیں بھی قتل کر ڈالا گیا

www.kitabmart.in

صاحب ناسخ لکھتے ہیں:۔

"ہشتاد تن از کوفیان را بکشت انگاہ کشتہ گشت آں وقت نوبت باولاد جعفر طیار رضوان اللہ علیہ افتاد"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد عقیل کے سلسلہ میں سب سے آخر میں یہی شہید ہوئے ہیں اور ان کے بعد اولاد جعفر کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔

میں نے آخری نام بغیر کسی نقد و تبصرہ کے درج کر دئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ معتبر ماخذ ان کے ذکر سے خالی ہیں۔

ابن شہر آشوب کی زبانی آپ نے سنا کہ عقیل کی اولاد جو نصرت امام حسینؑ میں شہید ہوئی ہے اُس کی تعداد نو ہے۔ اس کی تائید اُن اشعار سے ہوتی ہے جو سراقہ باہلی نے آل علی کے مرثیہ میں نظم کئے ہیں صاحب ناسخ نے اُن اشعار کو درج کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ:۔

"مسعودی ایں اشعار را از مسلم بن قتیبہ مولی بنی ہاشم داند" ان میں سے ابتدائی دو شعر یہ ہیں۔

یا عین بکّی بعبرۃ وعویل وانذبی ان ندبت آل الرسول

"اے آنکھ نالہ و فریاد کے ساتھ ساتھ آنسو بہا اور اگر نوحہ کرنا ہے تو آل رسول پہ نوحہ کر"

تسعۃ منہم لصلب علیؑ قد ابیدوا و تسعۃ لعقیل

www.kitabmart.in

"نو اُن میں سے علی کے صلب سے تھے جو قتل ہو گئے اور نو عقیل کی اولاد سے تھے"۔

ابن شہر آشوب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تعداد میں جناب مسلم بن عقیل کا بھی حساب ہے جو نصرت امام حسینؑ میں کوفہ میں شہید ہوئے۔ اب شہدائے کربلا کی تعداد اولاد عقیل میں سے آٹھ قرار پاتی ہے۔

لیکن مذکورۂ بالا نام جو اولاد عقیل کے ذکر ہوئے ہیں وہ دس ہیں۔ ان کے علاوہ ایک "محمد بن ابی سعید بن عقیل" کا نام بھی شہدائے کربلا میں مذکور ہے جو تمام بنی ہاشم کے بعد سب سے آخری مقتول کی حیثیت سے ذکر کیا جائیگا۔ اس کے بعد یہ تعداد گیارہ تک پہونچ جاتی ہے۔ جو کسی طرح قابل قبول نہیں ہے۔ اس لئے یقیناً مذکورۂ بالا اشخاص میں سے بعض کے نام جن پر کافی تاریخی شہادت موجود نہیں بالکل ناقابل اعتبار ہیں اور نظر انداز کرنے کے قابل ہیں۔

پھر وہ اشعار جو صاحب ناسخ نے سراقہ باہلی یا مسلم بن قتیبہ کی طرف منسوب کر کے لکھے ہیں۔ اُن ہی اشعار کو مصنف ابصار العین نے سلیمان بن قتہ النہمی کے نام سے درج کیا ہے اور اُس میں پہلے دونوں شعروں کے الفاظ یہ ہیں:۔

عین جودی بعبرۃ و عویل   واندبی ان بکیت آل الرسول

www.kitabmart.in

ستۃ کلھم لصلب علیؑ قد اصیبو او سبعۃ لعقیل

اس میں تسعہ کے بجائے سبعہ ہو اور اس بنا پر آل عقیل کی تعداد سات رہ جاتی ہے اور حضرت مسلم کے نکل جانے کے بعد چھ ہی رہ جاتے ہیں۔

(۱۳)

محمدؒ بن عبداللہؒ بن جعفرؒ بن ابیطالبؑ

یہ اور ان کے بھائی عون دونوں حضرت زینب کے فرزند اور امام حسینؑ کے بھانجے مشہور ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے بھائی عون جن کا تذکرہ بعد کو آئیگا وہ تو جناب زینب کے بطن سے تھے۔ لیکن یہ محمد اُن کے بطن سے نہ تھے۔ ان کی والدہ کا نام تھا خوصاء بنت حفصہ بن ثقیف بن ربیعۃ بن عائذ بن ثعلبۃ بن عکابۃ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل۔ خوصاء کی ماں تھیں ہند بنت سالم بن عبد العزیز بن مخزوم بن سنان بن مولۃ بن عامر بن مالک بن تیم اللات بن ثعلبۃ۔ اور ہند کی ماں تھیں میمونہ بنت بشر بن عمر بن الحرث بن ذہل بن شیبان بن ثعلبۃ[۱]

جب امام حسینؑ مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے ہیں اور کوفہ کا قصد فرمایا ہے اُس وقت عبد اللہ بن جعفر مدینہ ہی میں تھے۔ ظاہری حالات کی بنا پر

[۱] ابصار العین ص۴۲

www.kitabmart.in

امام کا مدینہ سے جانا اس خطرہ کی بنا پر تھا کہ وہاں کے حاکم کو یہ فرمان آچکا تھا کہ اگر حسینؑ بیعت نہ کریں تو اُن کا سر روانہ کیا جائے۔ اور اب مکہ سے روانگی اسی اندیشہ کی بنا پر ہے کہ وہاں کچھ لوگ حاجیوں کے لباس میں بھیجے گئے ہیں کہ جس طرح ممکن ہو حسینؑ کو قتل کر ڈالیں یا گرفتار کر کے شام کی سمت بھیجدیں۔ عبداللہ بن جعفر نے اس موقع پر اپنے مقدور بھر یہ بڑی خدمت انجام دی کہ وہ حاکم مدینہ عمرو بن سعید بن العاصی کے پاس گئے اور اُس سے گفتگو کر کے ایک امان کا پروانہ امام حسینؑ کے لئے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس کے بعد عون و محمد اپنے دونوں فرزندوں کے ہاتھ امام کے نام حسب ذیل مکتوب روانہ کیا۔

امّا بعد فانّی اسئلک باللہ لمّا انصرفت حین تنظر فی کتابی فانّی مشفق علیک من الوجہ الذی توجہ لہٗ ان یکون فیہ ھلاکک واستئصال اھل بیتک ان ھلکت الیوم طفیٔ نور الارض فانّک علم المھتدین و رجاء المؤمنین فلا تعجل بالسّیر فانی فی اثر الکتاب والسلام۔

"میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ میرا خط دیکھتے ہی یہاں واپس آئیے کیونکہ اس طرف جدھر آپ کا قصد ہے مجھے آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہلبیت کے تباہ ہونے کا اندیشہ ہے اور اگر آپ دنیا سے اُٹھ گئے تو زمین کی

www.kitabmart.in

روشنی رخصت ہو گئی کیونکہ آپ طالبان ہدایت کے لئے نشان راہ اور مومنین کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ سفر میں جلدی نہ کیجئے۔ میں خود بھی اسی خط کے پیچھے آرہا ہوں۔ والسلام"۔

عون و محمد یہ خط لیکر امام کی خدمت میں راستہ میں جا کر ملحق ہوئے۱ عمرو بن سعید نے عبداللہ بن جعفر کے اصرار سے امان نامہ تحریر کیا اور اُسے اپنے بھائی یحییٰ کے ساتھ عبداللہ کے پاس بھیجا۔ عبداللہ یحییٰ کے ساتھ اُس تحریر کو لئے ہوئے مدینہ سے روانہ ہوئے اور جب امام منزل ذات عرق پر پہونچے تو عبداللہ اور یحییٰ وہاں آکر امام سے ہمکلام ہوئے اور وہ تحریر امام کے سامنے پیش کی۔ حضرت نے اُن کی رائے سے اختلاف کیا اور فرمایا کہ مجھے اب یہاں قیام کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ اور عمرو بن سعید کے نام اُس تحریر کا جواب لکھکر اُن کے سپرد کیا۔ عبداللہ کچھ مجبوریوں کی وجہ سے اس سفر میں ساتھ نہ جا سکتے تھے۔ اُنھوں نے عون و محمد کو حضرت کے ساتھ رہنے کی ہدایت کی اور خود مدینہ واپس گئے۲

اسی لئے محمد بن عبداللہ کے متعلق زیارت شہداء میں حسب ذیل الفاظ وارد ہوئے ہیں:-

السلام علی محمّد بن عبد الله بن جعفر الشاهد مكان ابيه

۱ طبری جلد ۶ صـ ۲۱۹ ۔ ۲ ابصار العین صـ ۳۹ ۔

www.kitabmart.in

والتالی کالخبہ وواقیہ بیبدنہ لعن اللہ قاتلہ عامر بن نھشل التمیمی۔

اس میں محمد بن عبداللہ بن جعفر کے لئے کہا گیا ہے " اپنے باپ کے قائم مقام" اس کے معنی غالباً یہی ہیں کہ عبداللہ بن جعفر نے اپنے دونوں بیٹوں کو بحیثیت قائم مقام کے حضرت کی نصرت کے لئے ساتھ کیا تھا۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ جب واقعۂ کربلا کے حالات کی اطلاع مدینہ میں ہوئی اور امام حسینؑ کے ساتھ عون و محمد کی شہادت کی خبر بھی گئی لوگ عبداللہ بن جعفر کے پاس تعزیت کے لئے آنے لگے۔ اس موقع پر اُن کے غلام ابوالسلاسل نے کہا کہ یہ نتیجہ ہے جو ہم کو حسین کے ہاتھوں حاصل ہوا عبداللہ نے اُس غلام کو جوتا کھینچ کر مارا اور کہا او حرامزادے تو حسینؑ کے لئے ایسا کہتا ہے۔ خدا کی قسم اگر میں اُن کے ساتھ موجود ہوتا تو میں بھی اپنی جان نثار کرتا اور مجھے تو یہ سوچ کر تسلی ہوتی ہے کہ میرے دونوں فرزند میرے بھائی کے ساتھ کام آئے اور اُنھوں نے وفاداری اور استقلال کے فرض کو انجام دیا۔ پھر آپ دوسرے حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا "شکر ہے اُس خدا کا جس نے شہادت حسینؑ میں مجھے سرخرو رکھا۔ اور اگر میں خود حسینؑ کی نصرت نہ بھی کر سکا تو میں نے اپنے دونوں فرزندوں کے ساتھ اُن کی مدد کی۔"

اس واقعہ کو شیخ مفید طاب ثراہ نے ارشاد میں درج کیا ہے[۱]

[۱] تنقیح المقال ج ا ص ۱۳۵

www.kitabmart.in

ابن شہر آشوب نے عبدالرحمن بن عقیل کی شہادت کے بعد لکھا ہے کہ اس کے بعد محمد بن عبداللہ بن جعفر رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے اور انھوں نے دس آدمی فوج دشمن میں سے قتل کئے۔ ان کو عامر بن نہشل نے قتل کیا[۱]

صاحب ناسخ نے احمد بن محمد بن عقیل کے بعد لکھا ہے:-

"آنوقت نوبت باولاد جعفر طیار رضوان اللہ علیہ افتاد نخستین محمد بن عبداللہ بن جعفر بود کہ آہنگ مفارقت کرد"

طبری نے صرف اتنا لکھا ہے کہ "عامر بن نہشل تمیمی نے محمد بن عبداللہ بن جعفر بن ابیطالب پر حملہ کیا اور انھیں قتل کر ڈالا[۲]"

زیارت شہداء کے جو الفاظ شروع میں درج کئے گئے ہیں ان میں یہ فقرہ خاص توجہ کا مستحق ہے

"الشاهد لمكان ابيه والتالى لاخيه وواقيه ببدنه"

اس کے پہلے جزو کی شرح پہلے درج ہو چکی ہے۔ بے شک وہ نصرت حسین میں اپنے باپ کے قائم مقام تھے مگر دوسرا جزو اس میں (لاخیہ) کی ضمیر اگر (ابیہ) کی طرف راجع ہو تو کوئی خاص بات پیدا نہیں ہوتی مطلب یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے باپ کی قائم مقامی کی اور ان کے بھائی (یعنی امام حسینؑ) کی پیروی کی اور اپنے جسم کو ان پر فدا کیا۔ لیکن اگر یہ ضمیر

---

[۱] مناقب ج ۴ ص ۹۹ [۲] تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۵۶

www.kitabmart.in

خود اُن کی طرف راجع ہو تو معنی یہ ہونگے کہ "اپنے بھائی کی پیروی کرنے والے اور اپنے جسم کو اُن کی سپر قرار دینے والے"

اس صورت میں یہ ایک مخصوص چیز ہے جو کسی واقعہ کا پتہ دیتی ہے۔ میر انیس اور اُن کے خاندان کے لوگوں نے اپنے مرثیوں میں عونؑ و محمدؑ کا ایک ساتھ میدان جنگ میں جانا تحریر کیا ہے اور عون کو محمد سے بڑا بتلایا ہے۔

اس فقرہ کا مضمون اسی مرثیہ کی روایت پر منطبق ہوتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ عون میدان جنگ میں گئے اور اُن کے پیچھے پیچھے محمد گئے اور جنگ میں وہ اپنے بھائی کی حفاظت کرتے رہے اور اُن کے سامنے سینہ سپر ہو کے دشمنوں کو قتل کرتے رہے یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے اور اُن کے بعد عون درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ مگر میرے زیر نظر تمام ماخذ اس روایت سے خالی ہیں۔

سلیمن بن قتہ کے اُس قصیدہ میں جس کے دو شعر اولاد عقیل کی تعداد کے باب میں پہلے نقل ہو چکے ہیں اور جسے صاحب ناسخ نے سراقۂ باہلی یا مسلم بن قتیبہ کی طرف منسوب کیا ہے عون و محمد کی شہادت کا خصوصیت کے ساتھ ان الفاظ میں ذکر ہے۔

وانلبی ان ندبت عونا اخاهم

لیس فیما ینوبهم بخذول

www.kitabmart.in

وسمّی النبی غودر فیہم قد علوہ بصارم مصقول

"اور اگر رونا ہے تو اُن کے بھائی عون کو رو جو بڑے ثابت قدم اور وفادار تھے اور رسول کے ہمنام (محمد) وہ بھی میدان جنگ میں شہید ہوئے اور اُن پر صیقل شدہ تلوار کی ضرب لگائی گئی"۔

گذشتہ روایات کی بنا پر جو آپ کے سامنے محمد کی شہادت کے بارے میں بیٹھیں ہوئی ہیں اور جو عون کے حالات میں آپ کے سامنے آئینگی کسی طرح یہ پتہ نہیں چلتا کہ عون و محمد کمسن تھے۔ مگر مرثیہ گو شعرا نے انھیں بچہ ہی قرار دیا ہے۔

علامہ کنتوری نے اپنی کتاب "مائتیں فی مقتل الحسین" (ج ا ص ۲۲۳) میں واقعہ کربلا کے خصائص میں لکھا ہے:۔

قد شرح الجہاد فی واقعۃ علی الصبیان مثل عون و محمد وغیرھم بل علی الاصاغر کعبد اللہ بن الحسن وحی لبلا لفدا ء۔

"اس واقعہ میں جہاد بچوں تک پر واجب تھا جیسے عون و محمد وغیرہ بلکہ ان سے بھی کم سن کے بچوں پر جیسے عبد اللہ بن الحسن"

یہاں عون و محمد کو بچہ کہا گیا ہے مگر عبد اللہ بن الحسن کو ان سے بھی کم سن کا بچہ۔

اب چونکہ عبد اللہ امام حسن کے فرزند ہیں اور امام حسن کی وفات سے

www.kitabmart.in

واقعۂ کربلا تک دس برس یقینی ہیں لہذا عبد اللہ کی اس سے کم عمر نہیں ہو سکتی اور عون و محمد کا سن چونکہ اُن سے زیادہ بتلایا گیا ہے۔ لہذا وہ گیارہ اور چودہ برس کے درمیان میں قرار پائینگے مگر میرے خیال میں یہ بیان کسی تاریخی شہادت پر مبنی نہیں ہے بلکہ اسی شہرت کا نتیجہ ہے جو عون و محمد کے سن کے متعلق عام طور سے مرثیہ گویوں کے درمیان پائی جاتی ہے۔

(۱۳)

عون بن عبد اللہ بن جعفر

حضرت زینب بنت علیؑ کے فرزند تھے۔ اس لئے یہ امام حسینؑ کے چچا زاد بھائی کے فرزند ہونے کے علاوہ آپ کے بھانجے بھی تھے۔

جس طرح عوام کی وہ شہرت کہ عون و محمد دونوں جناب زینب کے فرزند تھے درست نہیں ہے اسی طرح بعض خواص کا یہ خیال کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی جناب زینب کے بطن سے نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ کنتوری "مائتین" (جلد ا صفحہ ۶۲۳) میں لکھتے ہیں:۔

امّا عون وجعفر فھما لیسا من ابناء زینب بل فوّضھما ابوھما وھو عبد اللہ بن جعفر زوج زینب لیفد بھما علی اخیھا کما علیہ الاصحاب واما علیّ ن الزینبی فلست ادری الی یومی

www.kitabmart.in

هذا انّه ماعاقه عن المسیر معہا فی سفر العراق۔

"عون وجعفر یہ دونوں جناب زینب کے فرزند نہیں ہیں بلکہ ان کو اُن کے والد بزرگوار نے اور وہ عبداللہ بن جعفر جناب زینب کے شوہر تھے سپرد کیا تھا تاکہ وہ اُن کے بھائی پر فدا ہوں جیسا کہ ہمارے علماء کا خیال ہے۔ رہ گئے علی زینبی (جو جناب زینب کے بطن سے تھے) تو اب میں نہیں سمجھ سکا ہوں کہ وہ کس وجہ سے جناب زینب کے ساتھ اس سفر میں نہ جا سکے تھے۔"

اس میں ایک تو دھوکا ناموں میں ہوا ہے کہ "عون ومحمد" کو "عون وجعفر" لکھا گیا ہے۔ حالانکہ اس کے قبل جو عبارت درج ہو چکی ہے اُس میں خود کاتبیں (ج اص ۲۲۳) میں عون ومحمد مذکور ہے۔ اس کے علاوہ علماء کی طرف جو نسبت دی گئی ہے وہ درست نہیں ہے۔ چنانچہ ابوالفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبیین میں لکھا ہے:۔

عون بن عبد اللہ بن جعفر بن ابیطالب وامّہ زینب العقیلۃ بنت علی بن ابیطالب وامھا فاطمۃ بنت رسول اللہ ص

علامہ مامقانی نے محمد بن عبداللہ بن جعفر کے ذکر میں لکھا ہے:۔

ان بعض الفضلاء زعم انّ محمد اامّہ زینب بنت علیّ امیر المؤمنین وھو ممّا یأبی عنہ التاریخ انّما ابنھا عون۔

www.kitabmart.in

"بعض فضلاء نے خیال کیا ہے کہ محمد کی والدہ زینب دختر امیر المومنین تھیں، یہ تاریخ کے خلاف ہے۔ جناب زینب کے فرزند تو بس عون تھے، مؤلف ابصار العین اور علامہ سید محسن عاملی مصنف اعیان الشیعہ بھی اسی کے مؤید ہیں۔ اس لئے اس میں شک وشبہہ کی گنجائش نہیں ہے"

ابن شہر آشوب نے عون بن عبداللہ بن جعفر کی جنگ اُن کے بھائی محمد کے بعد لکھی ہے اور لکھا ہے کہ اُن کو عبداللہ بن قطبہ طائی نے قتل کیا زیارت شہداء میں اُن کے قاتل کا نام عبداللہ بن قطبۃ النبھانی لکھا ہے۔ صاحب ناسخ لکھتے ہیں۔

"بدست عبداللہ بن ابطہ الطائی شہید شد وبعضی قاتل اورا عبداللہ بن قطنۃ النبھانی دانند" مگر یہ اختلاف جو صاحب ناسخ نے دکھلایا ہے کوئی چیز نہیں ہے۔ نبہان خود قبیلہ طے کی شاخ ہے۔ اس لئے جو نبہانی ہوگا اُسے طائی کہنا درست ہوگا۔ رہ گیا نام تو ظاہر ہے کہ صاحب ناسخ نے اس میں دھوکا کھایا ہے وہ "عبداللہ بن قطبہ" کی لفظ ہے جسے اُنھوں نے عبداللہ بن ابطہ اور عبداللہ بن قطنہ درج کیا ہے۔ طبری نے لکھا ہے:- حمل عبد اللہ بن قطبۃ الطائی ثم النبھانی علی عون بن عبد اللہ بن جعفر فقتلہ۔

"یعنی عبداللہ بن قطبہ طائی نبہانی نے عون بن عبداللہ بن جعفر پر حملہ کیا اور اُنھیں قتل کر ڈالا"

www.kitabmart.in

(۱۴)

عبیداللہ بن عبداللہ بن جعفر

ابن شہر آشوب نے عون بن عبداللہ کے بعد لکھا ہے :-

وروی ان عبید اللہ بن عبد اللہ اخاہ قتلہ بشر بن خویط القابضی -

"کہا گیا ہے کہ عبیداللہ بن عبداللہ ان کے بھائی کو بشر بن خویط قابضی نے قتل کیا" [۱]

پھر اُن شہدائے کربلا کی فہرست میں جو خاندان بنی ہاشم سے تھے لکھا ہے کہ تین فرزند جعفر کے تھے محمد بن عبداللہ بن جعفر اور عون الاکبر بن عبداللہ اور عبیداللہ بن عبداللہ [۲]

صاحب ناسخ بھی لکھتے ہیں :-

"عبیداللہ بن عبداللہ بن جعفر نیز جماعتی گویند در یوم طف ملازمت خدمت حسینؑ علیہ السلام را داشت - و دراں واقعہ شہادت یافت [۳]

علامہ مامقانی نے لکھا ہے کہ اُن کی والدہ خوصار بنت حفصۃ بن ثقیف

---

[۱] مناقب جلد ۴ ص ۹٦ - [۲] مناقب جلد ۴ ص ۹۹

[۳] ناسخ التواریخ جلد ٦ ص ۲۸۱

www.kitabmart.in

قبیلۂ بنی بکر بن وائل سے تھیں۔ اور وہ کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے لے

علامہ سید محسن شامی نے بھی اُن کا نام شہدائے بنی ہاشم کی فہرست میں درج کیا ہے ٢ے

پھر بھی میں ان بیانات سے مطمئن نہیں ہوں اس لئے کہ زیارت شہداء اور دوسرے معتبر ماخذ ان کے ذکر سے خالی ہیں۔

بعض کتب میں عون و محمد فرزندان جعفر کی شہادت بھی کربلا میں مذکور ہے مگر جیسا کہ میں نے "محاربہ کربلا" ص۹ پر لکھا ہے" یہ درست نہیں ہے محمد بن جعفر جنگ صفین میں شہید ہوئے تھے۔ اور عون اس کے بھی بہت پہلے قتل ہو چکے تھے۔ کربلا میں جو عون و محمد قتل ہوئے ہیں وہ عبداللہ بن جعفر کے فرزند ہیں اور جعفر کے پوتے ہیں۔

(۱۵)

قاسم بن محمد بن جعفر

علامۂ مامقانی نے تنقیح المقال (ج ۳ ص۲۴) میں انکا ذکر کیا ہے۔ وہ

لے تنقیح المقال ج ۲ ص ۲۳۹ ۔ ٢ے اعیان الشیعہ ج ۴ ص ۲۵۱

www.kitabmart.in

لکھتے ہیں کہ ان کی والدہ ام ولد تھیں۔ یہ اپنے چچازاد بھائی امام حسینؑ کے ساتھ رہے اور کبھی آپ سے جدا نہیں ہوئے۔ عبداللہ بن جعفر کی صاحبزادی ام کلثوم الصغریٰ جو جناب زینب کے بطن سے تھیں اور جن کے ساتھ معاویہ نے اپنے یزید کا پیغام دیا تھا اور اس کا ایک طولانی قصہ ہے جو اپنے محل پر مذکور ہے۔ ان ام کلثوم کے ساتھ امام حسینؑ نے قاسم کا عقد کر دیا تھا۔ قاسم اپنی زوجہ کے ساتھ واقعۂ کربلا میں موجود تھے عون بن جعفر کی شہادت کے بعد میدان جنگ میں آئے اور بہت سے لوگوں کو قتل کرنے کے بعد شہید ہوئے۔

اس روایت کے تمام اجزا میرے نزدیک نوادر میں سے ہیں اور سوائے اس کتاب کے میری نظر سے کہیں نہیں گذرے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کا اصلی ماخذ کیا ہے اور وہ کہاں تک درست ہے۔

(۱۶)

عبداللہ بن ابی سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب

ان کی کنیت ابو الہیاج ہے اور ان کی والدہ کا نام نسمہ بنت ہمام بن الارقم الاسدیہ ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب اصابہ فی معرفۃ الصحابہ (مطبوعہ مصر ج ۱ صفحہ ۳۲۰) میں ان کے حالات

www.kitabmart.in

درج کئے ہیں اور لکھا ہے کہ بغوی نے اُن کو اصحاب رسول میں ذکر کیا ہے اور واقدی نے مقتل حسین میں لکھا ہے کہ ابوالہیاج حسین کے ساتھ قتل ہوئے۔ علامہ سید علی خاں مدنی نے بھی کتاب (الدرجات الرفیعہ فی طبقات الشیعہ) میں واقدی کا یہ قول نقل کیا ہے۔ اور علامہ سید محسن عاملی نے اعیان الشیعہ (ج ا ص ۳۶۳) میں بھی واقدی ہی کا حوالہ دیا ہے۔

بہرحال اس کی سند صرف واقدی کا قول ہے بے شک واقدی بہت بڑا مورّخ ہے۔ لیکن اس صورت میں کہ جب تمام دوسری تاریخیں اور مقاتل اس سے خالی ہیں۔ تو صرف واقدی کے بیان پر قطعی فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر یہ واقعہ ہو کہ عبداللہ بن ابی سفیان کربلا میں شہید ہوئے ہیں تو یہ اس حیثیت سے بھی ایک نادر چیز ہے کہ واقعۂ کربلا میں جہاں تک دیکھا جاتا ہے۔ بنی ہاشم جتنے تھے تمام ابوطالب کی اولاد تھے۔ اور بنی ہاشم کے دوسرے گھرانوں میں سے کوئی فرد موجود نہ تھی لیکن یہ صرف عبداللہ بن ابی سفیان کی خصوصیت سمجھی جائیگی کہ وہ اولاد حارث بن عبدالمطلب سے تھے اور اس واقعہ میں شہید ہوئے۔

www.kitabmart.in

(۱۷)

عبداللہ بن الحسن بن علی ابن ابیطالب

ابن شہر آشوب نے اولاد عقیل و جعفر کی شہادت کے بعد لکھا ہے کہ ان کے بعد عبداللہ بن الحسن میدان جنگ میں گئے اور وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:۔

ان تنکرونی فانا فرع الحسن — سبط النبی المصطفٰی والمؤتمن

ھذا الحسین کالاسیر المرتھن — بین اناس لا سقوا صوب المزن

انھوں نے چودہ آدمی قتل کئے اور آخر ہانی بن ثبیت حضرمی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ امام حسن کے چار فرزند کربلا میں شہید ہوئے۔ ان میں سے ایک عبداللہ تھے۔

صاحب ناسخ نے عبداللہ کی شہادت جناب قاسم کے بعد درج کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"بعد از وے عبداللہ اکبر بن حسن بمیدان آمد و او مکنی بابی بکر بود این ارجوزہ قراءت کردہ۔

ان تنکرونی فانا ابن حیدرہ — ضرغام اجام ولیث قسورہ

www.kitabmart.in

علی الاعادی مثل ربیح صرصر   اکیلکم بالسیف کیل السندرۃ

وحملہ افگند و رزمی صعب داد و چہاردہ تن از فرسان سپاہ را بضرب سیف و بسنان تباہ ساخت ناگاہ مردی کہ او را ہانی بن ثبیت حضرمی مینامند معانقت بروی جراحت داد و مقتول ساخت"۔

عبداللہ کے نام کے ساتھ اکبر کی لفظ اس لئے ہے کہ عبداللہ بن حسن ایک کمسن بچہ کی شہادت تمام شہداء کے بعد اُس وقت نقل ہوئی ہے کہ جب سید الشہداء زخموں سے چور ہو کر زمین پر تشریف لا چکے تھے۔ اسی لئے صاحب ناسخ نے عبداللہ اکبر کے حال کے آخر میں لکھا ہے:-

"و شرح شہادت عبداللہ اصغر را ہنگام شہادت امام حسین علیہ السلام مرقوم خواہیم داشت"۔

صاحب ناسخ نے لکھا ہے کہ عبداللہ اکبر جن کا ذکر یہاں ہو رہا ہے قاسم سے زیادہ عمر رکھتے تھے۔ مگر سلسلہ شہداء میں قاسم کے بعد شہید ہوئے ابن شہر آشوب کی روایت اس کے خلاف ہے۔ اُنھوں نے اولاد امام حسنؑ میں عبداللہ کو سب سے پہلا مقتول قرار دیا ہے۔

ابصار العین فی انصار الحسینؑ میں عبداللہ بن الحسنؑ کے زیر عنوان اُس کمسن بچہ کا تذکرہ ہے جو شہادت امام حسینؑ کے موقع پر شہید ہوا ہے۔ مگر عبداللہ اکبر کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ نیز دوسرے معتبر ماخذ بھی

www.kitabmart.in

خالی ہیں اور زیارت شہدا میں بھی کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

مناقب ابن شہر آشوب میں عبداللہ کی جو رجز مذکور ہوئی ہے وہ وہی ہے کہ جو جناب قاسم کے حالات میں درج ہوگی۔ صاحب ناسخ نے عبداللہ کی رجز دوسری لکھی ہے مگر وہ امیرالمومنینؑ کی جنگ خیبر والی رجز ہی میں تھوڑے سے تصرف کے ساتھ طیار ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بنائی ہوئی چیز ہے۔

(۱۸)

قاسم بن الحسنؑ

اس شہید کو گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے واقعہ کربلا میں خاص اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔

قاسم کی والدہ کے متعلق میرے زیر نظر کتابوں میں کوئی خاص تفصیل نہیں ہے۔ ابن شہر آشوب نے امام حسنؑ کی اولاد کے بیان میں لکھا ہے عبداللہ وعمر والقاسم امہم ام ولد [۱]

علامہ سید محسن عاملی کے بھی الفاظ یہی ہیں [۲]

ابصار العین میں پہلے ابوبکر بن الحسنؑ کا ذکر ہے اور ان کے

---

[۱] مناقب جلد ۳ صفحہ ۵۸ [۲] اعیان الشیعہ ج ۸ ص ۲۴۰

www.kitabmart.in

متعلق لکھا ہے کہ "اُن کی والدہ ام ولد تھیں" پھر جناب قاسم کے حال میں لکھا ہے کہ "وہ اور ابو بکر بن الحسن ایک ہی ماں کے بطن سے تھے اور کہا جاتا ہے کہ اُن کا نام رملہ تھا"[۱]

عام طور سے جو جناب قاسم کی ماں کا نام ام فروہ مشہور ہے اس کا کوئی ثبوت میری نظر سے نہیں گذرا۔

سِن

جناب قاسم کی کمسنی کے متعلق بہت سی روایتیں مشہور ہیں جن سے مجموعی طور پر نتیجہ یقیناً نکلتا ہے کہ وہ تمام دوسرے میدان جنگ میں جا کر لڑنے والے شہیدوں میں کمسن تھے۔

طبری کی روایت میں ہے کہ خرج الینا غلام کان وجهه شقة قمر فی یده السیف علیه قمیص و ازار و نعلان قد انقطع شسع احدهما ما انسی انها الیسریٰ۔ راوی کہتا ہے کہ:۔

"ایک لڑکا فوج حسینی سے ہماری طرف متوجہ ہوا کہ گویا اُس کا چہرہ چاند کا ٹکڑا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ اور وہ ایک قمیص ایک پائجامہ اور دو جوتیاں پہنے تھا جن میں سے ایک کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا اور مجھے خوب یاد ہے کہ وہ بائیں طرف والی تھی"۔

اس میں "غلام" کی لفظ اگرچہ نابالغی کی دلیل نہیں ہے کیونکہ مجازاً

---

[۱] ابصار العین صـ ۳۶

www.kitabmart.in

یہ لفظ جوانی کے حدود تک بولی جاتی ہے۔ چنانچہ یہی لفظ جناب علی اکبر کی نسبت وارد ہوئی ہے۔ مگر یہ شان کہ کرتہ اور پائجامہ پہنے ہوئے اور جوتی کا تسمہ ٹوٹا ہوا کمسنی کا پتہ ضرور دیتی ہے۔ یہ قابل توجہ امر ہے کہ تمام دوسرے شہید اسلحۂ حرب سے آراستہ تھے لیکن قاسم کے جسم پہ جنگ کا لباس نہ تھا۔

اس سلسلہ میں حضرت بحر العلوم جناب علن صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کی یہ توجیہ مشہور ہے اور یاد رکھنے کے قابل ہے کہ معلوم ہوتا ہے عرب میں اس سن کے بچوں کی زرہ طیار ہی نہ ہوتی تھی اور اس لئے قاسم اُسی معمولی لباس میں تھے جو بچوں کا عموماً ہوتا ہے۔

بحار وغیرہ میں جناب قاسم کی نسبت ہے ھو غلام لم یبلغ الحلم

"وہ بچہ تھے اور سن بلوغ تک نہ پہونچے تھے"

صاحب ناسخ لکھتے ہیں:۔

"قاسم باتفاق علمائے سیر حدود تکلیف را مالک و مشرف نبود اگرچہ من بندہ ایں خبر را استوار نمی دارم لکن در تقویت خردسالی قاسم می نگارم کہ در تذکرۃ الائمہ مسطور است کہ قاسم در یوم طف نہ ۹ سالہ بود"۔

یہ نو سال کی ..... عمر کی روایت تو بہر حال درست نہیں ہے

www.kitabmart.in

اس لئے کہ امام حسنؑ کی وفات سے واقعۂ کربلا تک دس برس کی مدت ہے اس لئے امام حسنؑ کے کسی فرزند کی عمر اس سے کم نہیں ہو سکتی۔ پھر اگر عبداللہ بن حسن کی شہادت کو جس کا تذکرہ بعد میں آئیگا امام حسین کے گھوڑے سے زمین پر تشریف لانے کے بعد تسلیم کیا جائے جس سے پتہ چلتا ہے کہ عبداللہ سب میں کم سن تھے اور قاسم کا سن اُن سے یقیناً زیادہ تھا تو قاسم کی عمر کم از کم بارہ برس کی ضرور ہوگی۔ بہر حال موقع جنگ کے لحاظ سے یہ عمر بھی کم ہے اور اس عمر پر تمام اُن روایات کا انطباق ہو سکتا ہے جو قاسم کی کمسنی کے متعلق بیان کی جاتی ہیں۔

امام حسنؑ کی وصیت } شرع میں وصیت کرنا مستحب ہے لیکن وصیت کے قبول کے بعد اُس پر عمل کرنا دوسرے شخص پر واجب ہے

امام حسنؑ اور امام حسینؑ ان دونوں بھائیوں میں آپس میں وہ محبت تھی جو تمام دنیا کے بھائیوں کے لئے ایک کامل نمونہ ہے۔ والدین کی محبت کا بہت بڑا نتیجہ اولاد کی باہمی شادی کا ہونا ہے۔ اور جیسا کہ میں نے "محاربہ کربلا" صـ۶۷ میں لکھا ہے "بہر حال شادی کے لئے جس طرح کی بھی اخلاقی و روحانی خصوصیتوں کی ضرورت ہے وہ ایک امام کے فرزند کے واسطے ایک امام کی دختر سے زیادہ نہیں مجتمع ہو سکتے"

اسی لحاظ سے امام حسنؑ نے آخری وقت اپنے چھوٹے بھائی امام حسینؑ سے

www.kitabmart.in

یہ وصیت کی تھی کہ اُن کے بڑے فرزند حسن مثنیٰ کا عقد امام حسینؑ کی بڑی بیٹی کے ساتھ اور اُن کے چھوٹے فرزند قاسم کا عقد اُن کی چھوٹی بیٹی کے ساتھ کیا جائے۔

امام حسینؑ نے بھی اپنے بھائی کی اس آخری وصیت کو منظور کر لیا تھا اور اس طرح یہ وصیت اُن کے لئے نافذ اور واجب العمل ہو گئی تھی۔

اس وصیت کا پہلا جزو بالکل متفق علیہ ہے۔ صاحب ناسخ بھی لکھتے ہیں کہ حسن مثنیٰ کی شادی حضرت امام حسینؑ نے اپنی صاحبزادی کے ساتھ حسن مجتبیٰ کی وصیت کے مطابق مدینہ میں کر دی تھی مگر دوسرے جزو کے متعلق اختلاف کیا جاتا ہے حالانکہ درایۃً وہ اُسی طرح قابل قبول ہے جس طرح پہلا جزو تسلیم کیا جاتا ہے۔

اس وصیت کے متعلق جو کچھ بھی عقلی شکوک ہو سکتے ہیں اُنکا دفعیہ میں نے "محاربۂ کربلا" میں تفصیل کے ساتھ کر دیا ہے۔

حضرت امام حسنؑ نے ایک وصیت قاسم کو بھی کی تھی اور چونکہ قاسم اُس وقت بہت کمسن تھے اس لئے زبانی کہنے کے بجائے آپنے تعویذ باندھ کر قاسم کے بازو پر باندھ دیا تھا تاکہ قاسم کی والدہ اس کے بعد قاسم کو بتلائیں کہ اس تعویذ کا منشا کیا ہے۔ اس تعویذ میں یہ تھا کہ جب واقعۂ کربلا پیش ہو اور تمھارے چچا پر مصیبت کا وقت پیش آئے تو اپنی جان حسینؑ پر نثار کرنا

www.kitabmart.in

میرے دوست نیاز فتحپوری نے جو ملک کے موقر رسالہ "نگار" کے مدیر ہیں۔ میرے رسالہ "محاربۂ کربلا" پر تبصرہ کرتے ہوئے اس جزو پر خاص توجہ کی ہے۔ اور انھوں نے تعریضاً لکھا ہے کہ اس رسالہ میں معجزات و کرامات کا بھی تذکرہ ہے۔

مجھے اس کے تسلیم کرنے میں عذر نہیں ہے کہ محترم مدیر نگار کے مسلک پر جو وہ الٰہیات و نبوات کے سلسلہ میں اختیار کئے ہوئے ہیں اور جن کی بناء پر معجزات و اخبار غیبیہ کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رہتی، یہ روایت یقیناً قابل قبول نہیں ہے۔ مگر میں کہ جو اپنے محترم دوست کے ساتھ اُس مسلک میں متفق نہیں ہوں کیسے مجبور کیا جا سکتا ہوں کہ میں واقعات کو اُن ہی کے زاویہ نگاہ کی عینک لگا کر دیکھوں۔

میں سمجھتا ہوں کہ پیغمبر اسلام کی زبانی بہت سے واقعات اور بالخصوص واقعہ کربلا کی پیشین گوئی کا ہونا ایک ایسی مسلمہ روایت ہے جو اعتقادیات سے گذر کر تاریخی حقائق کے حدود میں آگئی ہے۔ اور اس لئے واقعہ کربلا کے متعلق کوئی اس طرح کی پیش بندی ہرگز واقعہ کے خلاف نہیں سمجھی جا سکتی۔

طلب رخصت روز عاشور جب اعزائے امام کی باری آچکی تھی اور اولاد عقیل و جعفر قتل ہو چکی۔ اب امام حسن کی اولاد کی باری

www.kitabmart.in

آئی ۔ ابن شہر آشوب کی روایت کی بنا پر قاسم کے بڑے بھائی عبداللہ بھی شہید ہو چکے تو قاسم خدمت امام میں حاضر ہوئے اور اجازت جہاد طلب کی ۔ تاریخ گواہ ہے کہ علی اکبر کو میدان جنگ بھیجنے میں امام کی جانب سے ذرا بھی توقف نہیں ہوا لیکن قاسم کی اجازت پر امام نے اس درجہ تامل فرمایا کہ ظاہری اسباب سے قاسم کو مایوسی ہو گئی اور وہ محزون و مغموم ہو کر خیمہ کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے مگر امام حسنؑ کے ہاتھ کا ایک تعویذ جو بازو پر بطور وصیت نامہ کے بندھا تھا اُسے کھول کر پڑھنے کا خیال آ گیا دل کو ڈھارس ہوئی اُس میں آج ہی کے دن کی پیشینگوئی تھی اور قاسم کو اپنی جان نثار کرنے کی ہدایت تھی ۔

قاسم کو اس سے بڑی تقویت حاصل ہوئی اور اُنھوں نے اسی کو اپنے چچا کی خدمت میں بطور سفارش اجازت پیش کیا جس کے بعد امام کو یقین ہو گیا کہ اب قاسم رک نہیں سکتے ۔

عقد

آپ سن چکے ہیں کہ امام حسنؑ نے اپنے بھائی امام حسینؑ کو کیا وصیت کی تھی ۔ اب تک قاسم کی کمسنی کی وجہ سے ظاہری اسباب کی بنا پر اُس وصیت کے نفاذ کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی لیکن اب اس وقت جبکہ قاسم دنیا سے رخصت ہونے کے لئے آمادہ ہیں تو ظاہری اسباب کے لحاظ سے اُس وصیت کے نفاذ کا وقت ضیق ہو گیا ہے

www.kitabmart.in

جو امام حسنؑ نے اپنے بھائی کو کی تھی۔

اگر امام اس وقت اس کی تکمیل نہ کریں تو ایک بہت بڑا اسلامی فرض تشنۂ عمل رہ جائے۔ اس لئے امام نے اُس تعویذ کو دیکھنے کے بعد اب قاسم کو روکنے کا تو خیال نہ پایا لیکن آبدیدہ ہوکر یہ فرمایا کہ "اچھا تم اپنے والد بزرگوار کی وصیت پر عمل کرو مگر مجھے بھی تو بھائی کی ایک وصیت ہے اُس کو مجھے پورا کرنا چاہئے"۔

یہ فرماکر قاسم کا ہاتھ پکڑا اور خیمہ کے اندر لائے۔ تبرکات کے صندوق میں سے بزرگوں کا لباس نکالا اور وہ قاسم کو پہناکر اپنی اُس صاحبزادی کا جو قاسم کو منسوب تھیں عقد قاسم کے ساتھ پڑھ دیا۔

اس واقعہ کو اتنے کثیر التعداد علماء نے لکھا ہے جن کے متعلق شبہہ بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک غلط اور بے اصل واقعہ کو اپنی کتابوں میں درج کرینگے۔

اس سلسلہ میں عام طور پر جو شکوک پیش کئے جاتے ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ جناب امام حسینؑ کے صرف دو صاحبزادیاں تھیں ایک کی شادی حسن مثنیٰ کے ساتھ ہو چکی تھی اور ایک کمسن تھیں۔ اب وہ کون صاحبزادی تھیں جن کے ساتھ قاسم کا عقد ہو سکے۔

مگر معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر محققین کے قول کے مطابق امام کی

www.kitabmart.in

چار صاحبزادیاں تھیں جن میں سے ایک مدینہ میں چھوڑ دی گئی تھیں اور تین آپ کے ساتھ موجود تھیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس واقعہ کی ابتدا ملا حسین واعظ کاشفی سے ہوئی ہے جنھوں نے روضۃ الشہدا میں اس واقعہ کو درج کیا ہے اور ان کے علاوہ کسی مصنف نے نہیں لکھا ہے۔ مگر جب علامہ فخرالدین طریحی اور علامہ سید ہاشم بحرینی کی مندرجہ روایت کا روضۃ الشہدا کی روایت سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کے بہت سے جزو روضۃ الشہدا سے مختلف ہیں جس کی بنا پر یقین ہو جاتا ہے کہ اُن کا ماخذ روضۃ الشہدا نہیں ہے۔

اس بحث کو ہمارے بھائی مولانا آغا مہدی صاحب نے اپنی کتاب "عبائر الانوار" میں جو مستقل اسی موضوع پر کئی سو صفحے میں لکھی ہے تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے

کہا جاتا ہے کہ عاشور کا قیامت خیز دن شادی کا نہ تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے ذہن میں شادی کا تصور "ہندوستانی" ہے۔ اسلام میں عقد نکاح کوئی رسمی تقریب نہیں ہے جس میں کسی جشن کی ضرورت ہو اور عیش و عشرت کے ہنگامہ کا انتظار ہو۔ شادی ایک آئینی رشتہ ہے جو شرعی قانون کے تحت میں قائم

www.kitabmart.in

ہوتا ہے اور امام حسینؑ کے لئے وہ اُس وقت ایک فرض کی حیثیت رکھتا تھا جسے ادا کرنا ضروری تھا۔

یہ عقد کوئی تقریب خوشی کی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ اس نے حقیقتاً مصیبت کی عظمت اور اُس کی ندرت میں اضافہ کر دیا تھا۔ میں نے جیسا کہ "محاربۂ کربلا" میں لکھا ہے یہ عوام کی غلطی اور لفظوں کی کوتاہی ہے کہ وہ قاسم کو ایک شب کا داماد اور فاطمہ کبریٰ کو ایک شب کی دولھن کہیں اور اُسے تکیۂ کلام بنالیں حالانکہ حقیقۃً وہ چند لمحوں کا رشتہ تھا جو دنیا میں موت کے ہاتھوں قطع ہو گیا۔

قاسم کو شہادت کا شوق تھا۔ اس لیے وہ دیر تک ٹھہر نہیں سکتے تھے۔ سب سے رخصت ہوئے اور عروس سے بھی رخصت ہوئے میں نے اس موقعہ پہ قاسم کے دلی احساسات کی ترجمانی "محاربۂ کربلا" میں تفصیل کے ساتھ کی ہے۔ اگر اس موقع کی اہمیت کا احساس کرنا ہو تو اُس کتاب کا مطالعہ فرمایئے۔ قاسم سب سے رخصت ہو کر خیمہ کے باہر چچا کی خدمت میں گئے کہ اب تو کوئی انتظار نہیں رہا۔ اب تو مجھکو اجازت جہاد دیجیے۔ امام نے اُس وقت دشاید بھائی کو یاد کر کے بہت گریہ فرمایا۔ قاسم کے عمامہ کو اپنے

www.kitabmart.in

باندھ سے باندھا اور اُس کے دونوں گوشے سینہ پر لٹکا دیئے۔ اُن کے پیراہن کو بصورت کفن چاک کر دیا۔

جنگ } قاسم میدان جنگ میں آئے اور یہ رجز پڑھا:-

ان تنکرونی فانا ابن الحسن　　سبط النبی المصطفٰے والموتمن

ھذا حسین کالاسیر المرتھن　　بین اناس لا سقوا صوب المزن

"اگر تم مجھے نہیں جانتے ہو تو اب معلوم کر لو کہ میں حسنؑ کا فرزند ہوں اور پیغمبرؐ کی اولاد میں ہوں۔ کیا غضب کی بات ہے کہ یہ حسینؑ تمھارے درمیان مثل قیدی کے محصور ہو گئے ہیں۔ خدا کرے ابر باراں اس جماعت کو کبھی سیراب نہ کرے"۔

قاسم نے اپنی کمسنی کے لحاظ سے غیر معمولی خونریز جنگ کی۔

شہادت } طبری کی روایت ہے کہ عمرو بن سعد بن نفیل ازدی کی نظر جو قاسم پر پڑی تو اُس نے کہا کہ اس بچہ پر میں حملہ کرونگا"۔ بعض لوگوں نے روکا بھی مگر اُس نے نہ مانا۔ اور قاسم کے پاس آکر سر پر تلوار لگائی۔ قاسم مُنھ کے بھل زمین پہ گر گئے اور اپنے چچا کو مدد کے لئے آواز دی۔ حسینؑ بھتیجے کی مدد کے لئے پہونچے اور غضبناک شیر کی طرح حملہ کیا۔ عمرو بن سعد بن نفیل جو قاسمؑ کا قاتل تھا۔ ابھی پاس موجود تھا۔ آپنے اُس پہ

www.kitabmart.in

تلوار لگائی۔ وہ اُس کے ہاتھ پر پڑی۔ وہ کہنی سے کٹ کر الگ ہوگیا فوج اُس کے بچانے کے لئے ٹوٹ پڑی۔ مشہور ہی کہ اس ہنگامہ میں جناب قاسم کی لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے صدمہ پہونچا مگر طبری کے الفاظ حسب ذیل ہیں

حملت خیل لاھل الکوفۃ لیستنقذوا عمرا من حسین فاستقبلت عمرا بصدورھا فحرکت حوافرھا وجالت الخیل بفرسانھا علیہ فتوطأتہ حتی مات۔

اس عبارت سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ عمرو بن سعد قاتل جناب قاسم گھوڑوں کی ٹاپوں میں پامال ہوا اور ہلاک ہوگیا۔

جب مجمع منتشر ہوا تو امام قاسم کے سرھانے کھڑے ہوئے اور حسرت واندوہ کے ساتھ فرمانے لگے:۔

عزّ واللہ علی عمّک ان تدعوہ فلا یجیبک ثم لا ینفعک

"تیرے چچا پر بڑا ناگوار ہے یہ امر کہ تو اُسے پکارے اور وہ تیری خبر نہ لے سکے یا تیری آواز پر آئے مگر تجھے کوئی فائدہ نہ پہونچا سکے"۔

اس کے بعد آپ نے خود قاسم کی لاش کو اُٹھایا اور وہیں کہ جہاں علی اکبر کی لاش پہلے سے موجود تھی قاسم کی لاش کو بھی لاکر لٹا دیا۔

www.kitabmart.in

ابن شہر آشوب نے شہدائے اہلبیت کی فہرست میں قاسم کے باب میں عجیب اضطراب بیان سے کام لیا ہے۔

ایک مرتبہ تو عبداللہ بن الحسن کی شہادت کے بعد لکھا ہے۔ ثم برز اخوہ القاسم "پھر ان کے بھائی قاسم میدان جنگ میں آئے"۔

یہاں قاسم کی رجز انھوں نے یہ لکھی ہے:-

انّی انا القاسم من نسل علی نحن وبیت اللہ اولی بالنبی

من شمر ذی الجوشن و ابن الدعی

لکھتے ہیں کہ ان کو عمر بن سعد ازدی نے قتل کیا۔ انھوں نے امام کو آواز دی۔ امام نے حملہ کیا اور قاتل کے ہاتھ کو قطع کر دیا۔ اہل شام نے اس کو امام کے ہاتھ سے چھین لیا حضرت، قاسم کے سرہانے کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ عزّ علی عمّك ان تدعوہ فلا یجیبك او یجیبك فلا ینفعك اجابتہ۔

اس کے بعد پھر امیر المومنین کی اولاد میں عبداللہ بن علی کے بعد لکھا ہے کہ "کہا جاتا ہے اس کے بعد ان کے بھائی قاسم میدان میں آئے اور وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

یا عصبۃ جارت علی نبیّہا وکدّرت من عیشہا ما قد بقی

فی کل یوم تقتلون سیّدا من اہلہ ظلما و ذبحا من قفا

www.kitabmart.in

اُن کے سر پر عمرو بن سعید ازدی نے تلوار لگائی امام حسینؑ نے اُس پر حملہ کیا اور تلوار ماری پھر اُس بچہ کے پاس آئے ایسی حالت میں کہ وہ ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ اور فرمایا۔

بعد القوم قتلوك وخصمهم يوم القيامة فيك جدك "ہلاکت ہو اُس قوم کے لئے جس نے تجھ کو قتل کیا۔ اور اُس کے خلاف دعویدار روز قیامت تمھارے دادا ہونگے"۔

یہاں قاتل وہی بتلایا گیا ہے جو قاسم بن الحسن کا قاتل تھا۔ پھر امام کی زبان سے جو الفاظ منسوب کئے گئے ہیں وہ قاسم بن الحسن ہی کے متعلق ہو سکتے ہیں کیونکہ امیر المومنینؑ کے فرزند کے اعتبار سے رسول اللہؐ کو کسی طرح "جد" کہنا صحیح نہیں ہے جب تک کہ وہ فرزند فاطمہؑ بھی نہ ہو لیکن یہ ظاہر ہے کہ جناب فاطمہ کا کوئی فرزند کربلا میں سوائے امام حسینؑ کے نہ تھا۔

پھر جناب عباسؑ کی شہادت کے بعد لکھا ہے "اسکے بعد قاسم بن الحسین میدان جنگ میں آئے اور وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:۔

ان تنکرونی فانا ابن حیدرة ضرغام آجام ولیث قسورة
علی الاعادی مثل ریح صرصرة اکیلکم بالسیف کیل السندرة

یہ وہ رجز ہے جو آپ صاحب ناسخ کی زبانی عبداللہ بن الحسن کے

www.kitabmart.in

حال میں سن چکے ہیں۔ مناقب کی یہ عجیب وغریب آشفتہ بیانی ایسی ہے جس کی نظیر مشکل ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قاسم واقعۂ کربلا میں صرف ایک ہی تھے جو قاسم بن الحسن ہیں۔ ان کے علاوہ نہ قاسم بن علی کا کوئی وجود ہے اور نہ قاسم بن الحسین کا۔ یہ ایسی لغزشیں ہیں جو آج اگر کسی کے قلم سے ہو جائیں تو اسے بیخبر، جاہل اور نہ معلوم کیا کیا کہہ دیا جائے۔ مگر پرانے زمانہ کے لوگوں سے ایسی لغزشیں ہوئی ہیں اور اُن کی کتابوں کو پھر بھی آج لوگ معتبر کتب کی فہرست میں داخل کرتے ہیں۔

(۱۹)

ابوبکر بن الحسنؑ

ابن شہر آشوب نے اُن کا ذکر دو جگہ کیا ہے پہلے اولاد امام حسنؑ کی فہرست میں اور لکھا ہے کہ ان کی والدہ کا نام ام اسحٰق بنت طلحۃ التیمی تھا۔ پھر اس فہرست کے ختم کے بعد لکھتے ہیں کہ "امام حسینؑ کے ساتھ اولاد حسنؑ میں سے تین قتل ہوئے عبداللہ اور قاسم اور ابوبکر[1]"

دوسری جگہ شہدائے کربلا کی فہرست میں اولاد امام حسنؑ کے ذیل میں

[1] مناقب ج ۴ ص ۵۸۔

www.kitabmart.in

ابو بکر بن الحسن کا ذکر کیا ہے [۱]

طبری نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عقبہ غنوی نے ابو بکر بن الحسن بن علی کو تیر لگایا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ اسی لئے شاعر نے کہا ہے:۔

رعند غنی قطرۃ من دمائنا ؛ فی اسد اخری تعد وتذکر

"قبیلۂ غنی میں تھوڑا سا ہمارا خون ہے اور قبیلۂ اسد میں بھی ہمارا خون ہے جو ہمیشہ یاد رہیگا [۲]

ابصار العین میں اس شعر کا پہلا مصرع ایک دوسرے مصرع کے ساتھ سلیمن بن قتہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ وہ شعر یہ ہے:۔

وعند غنی قطرۃ من دمائنا ؛ سیجزیھم یوما بھا حیث حلت

اذا افتقرت قیس جبرنا فقیرھا ؛ وتقتلنا قیس اذا النعل زلت [۳]

زیارت شہدا میں اُن کے لئے سلام بھی ہے ان الفاظ میں:۔

السلام علی ابی بکر بن الحسن الزکی الولی المرمی بالسھم الردی لعن اللہ قاتلہ عبد اللہ بن عقبۃ الغنوی۔

ان اسناد کی بنا پر ابو بکر بن الحسن کی شہادت واقعۂ کربلا میں ایک معتبر حقیقت سمجھی جا سکتی ہے۔ مگر اس جگہ صاحب ناسخ کی "دقت نظر"

---

[۱] مناقب ج ۴ ص ۹۹ - [۲] تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۵۷

[۳] ابصار العین ص ۳۶ -

www.kitabmart.in

داد کی مستحق ہے۔ وہ شخص جو بے سروپا باتوں کو قرآن و حدیث کی طرح قابل قبول سمجھ لے وہ یہاں اس طرح داد تحقیق دیتا ہے۔

"دو تن دیگر از پسرہائے امام حسن علیہ السلام را در شمار شہدا یوم طف رقم کردہ اند اگرچہ نام ایشاں از میان بیست تن پسرہائے امام حسن بیروں نیست لکن راویان شہادت ایشاں ہر یک در خبر خود متفرد اند لاجرم من بندہ خبر ہر یک را باگو یندہ می پیوندم و می نگارم واللہ اعلم نخستین ابوبکر بن حسن است و ابن ابوبکر بروایت محدثین جز عبداللہ اکبر است کہ مکنّی بابوبکر بود چہ در کتاب زیارت قاتل عبداللہ اکبر را حرملہ ابن کاہل اسدی دانستہ و ابوبکر را مقتول تیر عبداللہ بن عقبۃ الغنوی دانستہ[1]

اس میں جو استدلال پیش کیا گیا ہے اس بات پر کہ ابوبکر عبداللہ اکبر کے علاوہ ہیں۔ وہ بالکل کمزور ہے۔ زیارت شہدا میں عبداللہ اکبر کا قاتل حرملہ بن کاہل اسدی کو قرار ہی نہیں دیا گیا ہے۔ بلکہ جس عبداللہ کا ذکر زیارت میں ہے وہ عبداللہ اصغر ہیں جو بوقت شہادت امام حسین خیمہ سے باہر آئے ہیں۔ رہ گئے عبداللہ اکبر ان کی شہادت کی روایت کو صحیح مانا جائے تو ان کا قاتل ہانی بن ثبیت حضرمی ہے۔

---

[1] ناسخ ج ۶ ص ۲۸۵

www.kitabmart.in

بہرحال ابو بکر کا عبداللہ کے علاوہ ایک خاص شخصیت ہونا بجائے خود ایک ثانی حقیقت ہے جو صاحب ناسخ کی کمزور دلیل سے بالاتر درجہ رکھتی ہے۔

(۲۰)

بشر بن الحسنؑ

علامہ سید محسن شامی نے انکا نام شہدائے بنی ہاشم کی فہرست میں درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو اعیان الشیعہ (ج ۴ ص ۳۵) لیکن میرے زیر نظر کتابوں میں ان کا کہیں ذکر نہیں۔ معلوم نہیں اس کا ماخذ کیا ہے۔

(۲۱)

احمد بن الحسنؑ

علامہ مامقانی نے تنقیح المقال میں اُن کے نام کا عنوان قائم کیا ہے اور لکھا ہے کہ اُن کی والدہ ام بشر بنت ابی مسعود الانصاری تھیں۔ وہ اور اُن کی والدہ اور اُن کے بھائی قاسم اور اُن کی دو بہنیں ام الحسن اور ام الخیر امام حسینؑ کے ساتھ مکہ معظمہ گئے اور وہاں سے آپ کے ساتھ کربلا آئے۔ احمد بن الحسن کی عمر سولہ سال کی تھی۔ انھوں نے روز عاشورہ بہت سے دشمنوں کو قتل کیا اور آخر کار زخموں سے چور ہو کر شہید ہوئے

www.kitabmart.in

صاحب ناسخ نے ان کے حالات کو اور زیادہ تفصیل کے ساتھ ابو بکر بن الحسن کے بعد لکھا ہے۔ اُن کی عبارت یہ ہے:۔

"دیگر بروایت ابی مخنف لوط بن یحییٰ احمد بن حسن بمیدان مقاتلت اسپ افگند و او بشجاعت قلب و سماحت طبع و صباحت دیدار داہیۂ دہر و حادثۂ عصر بود و او را سنین عمر از شانزدہ افزوں نبود چوں شیر زخم خوردہ بر آشفت و ایں رجز بگفت:۔

"انی انا نجل الامام ابن علی — اضربکم بالسیف حتی یفلل

نحن و بیت اللہ اولیٰ بالنبی — اطعنکم بالرمح وسط القسطل

با شمشیر چوں شعلہ و سنانی چوں زبان شہاب اسپ برانگیخت و میمنہ را بامیسرہ و میسرہ را با میمنہ در آمیخت۔ و در ایں حملہ ہشتاد تن سوار نامبردار را عرضۂ ہلاک و دمار ساخت و بحضرت امام علیہ السلام باز تاخت و از غلبۂ عطش بیند گانش در چشمخانہ مغمور بودند۔ آواز داد کہ یا عمّاہ ہل شربۃ من الماء ابرّد بھا کبدی و اتقویٰ بھا علی اعداء اللہ و رسولہ عرض کرد کہ اے عم بزرگوار آیا بر شربت آبے تواں دست یافت کہ حدت و حرارت کبد را بداں بنشانم و در مقاتلت دشمنان خدا و رسول نیرومند گردم حسین علیہ السلام فرمود یا ابن الاخ اصبر قلیلا حتی تلقی جدک رسول اللہ فیسقیک شربۃ فرمود

www.kitabmart.in

اے پسر برادر ساعتی صابر و شکیبا باش کہ ہم اکنوں از دست جدّت پیغمبر بشربتے سیراب خواہی گشت کہ از ان پس ہرگز تشنہ لب نخواہی گشت ۔ احمد چوں ایں بشنید روی برتافت و دیگر بارہ بمیداں شتافت و ایں رجز گفت :-

اصبر قلیلا فالمنی بعد العطش   فانّ روحی فی الجهاد تنکمش
لا ارهب الموت اذ الموت وحش   ولم اکن عند اللقاء ذا رعش

ایں بگفت وحملہ ہائے ثقیل متواتر کرد و پنجاہ تن سوار دیگر را بخاک انداخت آنگاہ بقرارت ایں اشعار پرداخت :-

الیکم من بنی المختار ضربا   یشیب لهوله راس الرضیع
یبید معاشر الکفار جمعا   بکل مهند عضب قطیع

و دریں حملہ شصت سوار دیگر را بخاک انداخت آنگاہ شربت شہادت یافت ایں وقت نوبت باشبال شیر پروردگار یعنی فرزندان حیدر کرار افتاد" لے

یہ روایت خود صاحب ناسخ کی نظر میں مشکوک ہے ۔ چنانچہ اُن کی عبارت اس باب میں پہلے ذکر ہو چکی ہے ۔

مناقب ابن شہر آشوب میں اولاد امام حسنؑ کے ذکر میں احمد کا نام ضرور موجود ہے مگر ان کو ام بشر ابی مسعود کے بطن سے نہیں بتلایا ہے ۔ نہ شہدائے کربلا میں اُن کا ذکر کیا ہے ۔ ناسخ میں اُن کے

لے ناسخ التواریخ ج ۶ صہ ۲۸۵

www.kitabmart.in

حالات جو مذکور ہیں اُن میں سے بعض اجزاء دوسری کتابوں میں قاسم بن الحسن کی طرف منسوب ہیں۔

بہرحال یہ روایت میرے نزدیک غیر مستند ہے۔ اور احمد بن الحسن کے واقعۂ کربلا میں شہید ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

(۲۲)

ابوبکر بن علیؑ

شیخ طوسی نے کتاب الرجال میں اُن کا ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اُن کی ماں لیلیٰ بنت مسعود تھیں۔ مگر اُن کے شہدائے کربلا میں سے ہونے کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ ابن شہر آشوب نے امیر المومنینؑ کی اولاد کے بیان میں لکھا ہے" ہملا بنت مسروق نہشلیہ کے بطن سے ابوبکر و عبداللہ تھے [۱]"

اس طرح کے نام جیسے ابوبکر۔ عمر۔ عبدالرحمن۔ عثمان وغیرہ عرب میں عموماً ہوا ہی کرتے تھے۔ جن سے نامزد لوگ کبھی کافر ہوتے تھے کبھی مومن۔ ایسے عمومی ناموں میں کسی کے ساتھ ہمنام ہونے کا لحاظ ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عبدالرحمن تو خود امیر المومنینؑ کے قاتل" ابن ملجم

---

[۱] مناقب جلد ۳ صـ ۱۶۲۔

www.kitabmart.in

مرادی" کا نام تھا۔ مگر یہ نام بھی اولاد امیر المومنین میں رکھا گیا۔ اور اس کا لحاظ نہیں کیا گیا کہ یہ کس کا نام ہے۔

علامۂ مامقانی نے بعض عبارتوں سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ابوبکر بن علی جو کہلاتے ہیں یہ محمد اصغر ابن امیر المومنین تھے۔ روز عاشور کربلا میں شہید ہوئے اور ان پر زیارت شہدا میں سلام موجود ہے [۱]

صاحب مناقب نے جناب قاسم کی شہادت کے بعد لکھا ہے کہ اس کے بعد ابوبکر بن علی میدان جنگ میں آئے اور وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

شیخی علی ذو الفخار الاطول	من هاشم الخیر الکریم المفضل
هذا الحسین بن النبی المرسل	تفدیه نفسی من اخ مبجل

انھوں نے جنگ کی یہاں تک کہ زجر بن بدر جعفی کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور بعض لوگوں نے ان کا قاتل عقبۂ غنوی کو بتلایا ہے۔[۲]

مگر اس کے بعد شہدائے کربلا کی فہرست میں اولاد امیر المومنینؑ جو نو قتل ہوئے ہیں ان کی تعداد میں لکھا ہے:۔ ومحمد الاصغر وابوبکر شك فی قتله (ص ۹۹)

اس میں اگر چھاپہ کی غلطی نہیں ہے تو ایک یہ بات معلوم ہوتی

---

[۱] تنقیح المقال ج ۳ ص ۸۳ ۔ [۲] مناقب ج ۴ ص ۹۶

www.kitabmart.in

ہے کہ ابو بکر ۔ محمد الاصغر کے علاوہ ہیں ۔ دوسرے یہ کہ ابو بکر کا واقعۂ کربلا میں شہید ہونا یقینی نہیں ہے بلکہ مشکوک ہے ۔

علّامہ سید محسن عاملی نے اعیان الشیعہ (ج ۴ ص ۲۴۲) میں اُن کا نام عبیداللہ لکھا ہے اور ان الفاظ کو کہ (شکّ فی قتلہ) یعنی "اُن کا قتل مشکوک ہے ۔ طبری اور کامل ابن اثیر کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ یہ مناقب کے الفاظ ہیں ۔ تاریخ طبری میں اُن کا ذکر ہی نہیں ہے

صاحب ناسخ لکھتے ہیں :۔

" نوبت باشبال شیر پروردگار یعنی فرزندان حیدر کرار افتاد نخستین عبداللہ الاصغر وکنیت او ابو بکر است و مادر او لیلی دختر مسعود ابن خالد بن ربعی بن مسلم بن جندل بن نہشل بن دارم التمیمیہ است عزیمت جانبازی را استوار کردہ و از برادر رخصت یافتہ در میدان حرب ارجوزہ کرد :۔

شیخی علیّ ذو الفخار الاطول — من هاشم الصدق الکریم المفضل

هذا الحسین ابن النبیّ المرسل — عنہ نحامی بالحسام المصقل

نفدیہ نفسی من اخ مبجّل

در رزمی صعب انگیخت در روضۃ الاحباب مسطور است کہ بیست و یک تن از کوفیاں را بانیغ درگذرانید باالجملہ قتال داد تا بدرجہ شہادت رسید

www.kitabmart.in

در شناخت قاتل او گوناگوں سخن کردہ اند - در کتاب زیارت مسطور است که ہانی بن ثبیت حضرمی او را شہید کرد در عوالم قاتل او را زجر بن بدر نخعی نگاشتہ اند و جماعتی نسبت قتل او را بعبید اللہ عقبۃ الغنوی دادہ اند ابو الفرج گوید نام قاتل او معروف نیست مدائنی گوید کشتہ او را در میان شہداء جستند و کشندہ راند انستند و از ابو جعفر حدیث کردہ کہ قاتل او مردی از قبیلۂ ہمدان بود واللہ اعلم"۔ (ج ۶ ص ۲۸۶)

مصنف ابصد العین نے حالات شہداء میں اُن کا ذکر درج کیا ہے۔ مگر اُن کے نام وغیرہ میں اختلاف اقوال کا اشارہ کرتے ہوئے کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ" ابوبکر بن علی کا نام محمد الاصغر یا عبد اللہ ہے اُن کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت مسعود بن خالد بن مالک بن ربعی بن سلمی بن جندل بن نہشل بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن زید مناۃ بن تمیم تھا۔ اور اُن کی ماں عمیرہ بنت قیس بن عاصم بن سنان بن خالد بن منقر سید اہل الوبر ابن علبید بن الحرث اور اُن کی ماں عناق بنت عصام بن سنان بن خالد بن منقر اور اُن کی ماں بنت اعبد بن اسعد بن منقر اور ان کی ماں بنت سفیان بن خالد بن عبید بن مقاعس بن عمرو ابن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم تھیں۔ لیلیٰ کے سلسلۂ اجداد میں

www.kitabmart.in

سلمی بن جندل ایک وہ شخص ہے جس کی نسبت شاعر کہتا ہے :۔

یسود اقوام ولیسوا بساد ۃ ٭ بل السیّد المیمون سلمی بن جندل

"بہت سے لوگ سردار بنائے جاتے ہیں اور وہ سردار ہوتے نہیں لیکن بہت مبارک سردار سلمی بن جندل ہے۔"

ابوبکر بن علی کے قاتل میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے۔ زجر بن بدالنخفی۔ کوئی کہتا ہے عقبۂ الغنوی۔ کوئی کہتا ہے کہ قبیلۂ ہمدان کا کوئی شخص ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ اُن کو چند آدمیوں نے ملکر قتل کیا جن میں سے ایک عقبۂ غنوی ہے [1]

(۲۳)

عمر بن علیؑ

ان کی والدہ صہبا بنت عباد بن ربیعۃ بن یحیٰی بن العبد بن علقمۃ التغلبیہ تھیں۔ مناقب میں اُن کا نام "ام حبیب بنت ربیعہ التغلبیہ" لکھا ہے۔ عمدۃ الطالب سے معلوم ہوتا ہے کہ صہباء التغلبیہ ہی کا نام ام حبیب ہے۔ ان کے بطن سے عمر الاطرف (جن کا ذکر ہو رہا ہے) اور رقیہ زوجۂ جناب مسلم بن عقیل، جڑواں پیدا ہوئے۔ اور یہ امیر المومنینؑ کے

---

[1] ابصار العین ص ۳۶

www.kitabmart.in

سب سے آخری فرزند تھے۔ علاّمہ مامقانی نے ارباب مقاتل کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ اپنے بھائی امام حسینؑ کے ساتھ مدینہ سے مکہ معظمہ اور پھر عراق تک آئے تھے اور اُن کے ساتھ اُن کی والدہ اور اُن کی بہن رقیہ اور دونوں بھانجے عبداللہ و محمد فرزندان مسلم بن عقیل اس سفر میں موجود تھے۔ روز عاشور نماز ظہر کے بعد جب عزیزان امام میدانِ شہادت میں جانبازی کر رہے تھے تو ابو بکر بن علی کے بعد عمر بن علی میدانِ جنگ میں آئے اور وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:۔

اضربکم ولا اری فیکم زجر ذاک الشقیّ بالنبی قد کفر
یا زجر یا زجر تدان من عمر لعلک الیوم تبوء من سقر
شرّ مکان فی حریق وسعر لانک الجاحد یا شرّ البشر

(اس رجز میں وہ اپنے بھائی ابو بکر بن علی کے قاتل (زجر بن قیس) کو پکار رہے ہیں اور اپنے بھائی کے خون کا انتقام لینے کا اظہار کر رہے ہیں) اُنھوں نے جنگ کی یہاں تک کہ بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ پھر میسرہ کی طرف گئے اور وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:۔

خلّوا عداۃ اللہ خلّوا من عمر خلّوا عن اللّیث العبوس المکفہر
یضربکم بسیفہ ولا یفر ولیس فیہا کالجبان المنحجر

وہ یوں ہی جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ اُن کا گھوڑا زخمی ہو کر ہلاک

www.kitabmart.in

ہوگیا۔ پھر وہ خود شہید ہوئے [1]

ابن شہر آشوب نے ابوبکر بن علی کی شہادت کے بعد لکھا ہے کہ عمر بن علی میدان جنگ میں آئے اور وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

خلّوا عداۃ اللہ خلّوا من عمر — خلّوا عن اللیث الھصوّ المکفہر

یضربکم بسیفہ و لا یفر — یا زجر یا زجر تدان من عمر

(اس میں تین مصرعے اُس دوسری رجز کے ہیں اور ایک مصرع پہلی رجز میں سے مذکور ہے) اُنھوں نے اپنے بھائی کے قاتل زجر کو ہلاک کیا۔ پھر فوج کے اندر گھس گئے اور جنگ کر کے شہید ہوئے [2]۔

پھر شہدائے اہلبیت کی فہرست میں امیرالمومنینؑ کے ۹ فرزندکی تعداد میں بھی انکا ذکر کیا ہے (ص ۹۹)

علّامہ سید محسن عاملی نے اعیان الشیعہ (ج ۴ ص ۱۴۱) میں نیز فہرست شہدار (ص ۲۵۰) میں اُن کا تذکرہ درج کیا ہے۔

مگر جیسا کہ علّامہ مامغانی نے بھی مذکورہ روایت کے درج کرنے کے بعد لکھا ہے علمائے انساب کے کلمات اس کے بالکل مخالف ہیں۔ علّامہ ابن عنبہ الدلوُدی الحسنی اپنی کتاب عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب میں لکھتے ہیں کہ "عمر اپنے بھائی امام حسینؑ سے الگ ہو گئے تھے اور آپ کے

[1] تنقیح المقال ج ۲ ص ۳۴۵ [2] مناقب ج ۴ ص ۹۷

www.kitabmart.in

ساتھ کوفہ نہیں گئے۔ حالانکہ حضرت نے اُن کو اپنے ساتھ چلنے کی دعوت بھی دی مگر اُنھوں نے انکار کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب اُن کو قتل امام کی اطلاع ہوئی تو وہ رنگین کپڑے پہنے ہوئے باہر آئے اور اپنے گھر کے صحن میں بیٹھے اور کہا میں ہوں محتاط اور ہوشیار شخص، اگر میں ان کے ساتھ جاتا تو مجھے بھی میدان جنگ میں جانا پڑتا اور میں قتل ہو جاتا"

وہ لکھتے ہیں:- ولا یصح روایۃ من روی ان عمر حضر کربلا "یہ روایت کہ عمر کربلا میں موجود تھے صحیح نہیں ہے" اس کے بعد لکھا ہے کہ "اُنھوں نے عبداللہ بن زبیر کی سب سے پہلے بیعت کی۔ پھر حجاج بن یوسف ثقفی کی بیعت کی اور حجاج چاہتا تھا کہ ان کو حسن مثنیٰ کے ساتھ اوقاف امیرالمومنینؑ کی تولیت میں شریک کر دے مگر اس کا موقع نہ مل سکا۔ عمر کا ۷۷ یا ۷۵ برس کی عمر میں مقام ینبع میں انتقال ہوا" [1]

صحاح الاخبار فی نسب السادۃ الفاطمیۃ الاخیار جو سید عبداللہ محمد سراج الدین ابن عبداللہ الرفاعی المخزومی کی تصنیف ہے۔ اُس میں عمر الاطراف کے متعلق لکھا ہے:-

آخر من مات من بنی الامام علی

"اولاد امیرالمومنین علیؑ میں ان کا سب سے آخر میں انتقال ہوا ہے"۔

---

[1] عمدۃ الطالب مطبوعہ بمبئی ص ۳۲۹۔

www.kitabmart.in

ظاہر ہے کہ یہ اُسی وقت درست ہو سکتا ہے جب واقعۂ کربلا میں اُن کی شہادت کو صحیح نہ سمجھا جائے۔

بہر حال اس روایت کا میرے نزدیک بہت وزن ہے اور اسی لئے ابصار العین فی انصار الحسینؑ میں جس کے مصنف تحقیق پسند ہیں عمر بن علی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ نہ زیارت شہدا میں اُن کا کوئی تذکرہ ہے۔ میں نے بھی صرف اس حقیقت کے اظہار کے لئے اُن کے نام کا عنوان قرار دیا ہے ورنہ اُن کی واقعۂ کربلا میں موجودگی کو میں قطعاً صحیح نہیں سمجھتا ہوں۔

(۲۴)

عون بن علیؑ

ان کی والدہ اسماء بنت عمیس ہیں جو پہلے جناب جعفر طیار کے حبالۂ عقد میں تھیں، اُن سے عبداللہ بن جعفر کی ولادت ہوئی۔ پھر جناب جعفر کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر نے اُن کے ساتھ عقد کیا۔ اُن سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ پھر اُن کے انتقال کے بعد حضرت امیر المومنینؑ کے عقد میں آئیں تو عون بن علی متولد ہوئے۔ اس طرح عبداللہ بن جعفر اور محمد بن ابی بکر اور عون بن علی سب آپس میں مادری بھائی یعنی ایک ماں کے بطن سے تھے[۲]

۲؎ ناسخ ج ۶ ص ۲۸۸

www.kitabmart.in

بے شک علامہ ابن شہر آشوب نے اولاد امیر المومنینؑ میں اُن کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ نہ واقعۂ کربلا میں اُن کی شہادت کو درج کیا ہے۔

صاحب ناسخ لکھتے ہیں :۔

شہادت عون را در یوم طف در کتب مقاتل مانند بحار الانوار و عوالم و اعلام الوریٰ و منتخب طریحی و مناقب ابن شہر آشوب و خوارزمی و اعصم کوفی و لہوف و مقتل ابو مخنف و ابن جوزی و مروج الذہب و طبری و فصول المہمہ و شرح شافیہ و زبدۃ الفکرہ عبوس منصوری و کتاب جلائی عبد اللہ بن محمد الرضا الحسینی و غیر ذلک از کتب عربیہ و فارسیہ کہ ذکر آں جملہ موجب تطویل است در ہیچ یک ازیں کتب شہادت عون بن علی علیہ السلام را نیافتم۔ چوں صاحب روضۃ الاحباب از اجلۂ علمائے اہلسنت و جماعت است و در ابلاغ روایات موثق است و در بحر اللئالی از وی نیز تذکرہ می شود من بندہ نیز بروضۃ الاحباب اقتفا نمودم و باسناد او اکتفا کردم"۔

اس کے بعد انھوں نے عون کی لڑائی اور شہادت کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ علامہ مامقانی لکھتے ہیں کہ ارباب سیر و مقاتل نے تصریح کی ہے کہ وہ شہدائے کربلا میں سے ہیں اور یہ کہ وہ اپنے بھائیوں میں سب سے پہلے میدان جنگ میں آئے۔ ممکن ہے کہ یہ صحیح ہو مگر آپ صاحب ناسخ کی زبانی سن چکے کہ مؤلف روضۃ الاحباب اُن کی

www.kitabmart.in

شہادت کے درج کرنے میں متفرد ہیں۔ اس کے بعد یہ ارباب سیر ومقاتل کون ہیں۔ جن کا حوالہ دیا گیا ہے میں نہیں سمجھ سکتا۔

(۲۵)

ابراہیم بن علیؑ

ابن شہر آشوب نے اُن کا ذکر شہدائے کربلا کی فہرست میں درج کیا ہے [۱]

صاحب ناسخ لکھتے ہیں:۔

"محمد بن علی بن حمزہ روایت می کند کہ امیر المومنین علیہ السلام از ام ولد پسری دیگر داشت کہ نام او ابراہیم بود در خدمت حسین علیہ السلام سفر عراق کرد و در یوم الطف شہید شد۔ لکن او دریں خبر متفرد است و ایں حدیث را جز از وے کس نشنیدہ است"

(۲۶)

محمد الاوسط ابن علیؑ

والدہ اُن کی امامہ بنت ابی العاص تھیں جو زینب دختر (یا ربیبہ)

---

[۱] مناقب ج ۴ ص ۹۹

www.kitabmart.in

حضرت رسولؐ کی بیٹی تھیں۔ امیر المومنین نے جناب سیدہ کی وفات کے بعد خود معصومہ کی وصیت کی بنا، پر ان سے عقد کیا تھا۔

محمد الاوسط اپنے والد بزرگوار امیر المومنینؑ کے بعد اپنے بھائی امام حسنؑ اور پھر امام حسینؑ کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ جب امام مدینہ سے روانہ ہوئے تو یہ کربلا تک حضرت کے ساتھ ساتھ رہے اور روز عاشور میدان جنگ میں جا کر بہت سے دشمنوں کو قتل کیا پھر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے ۱؎۔

طبری نے لکھا ہے کہ قبیلۂ بنی ابان بن دارم کے ایک شخص نے محمد بن علی بن ابیطالب کو تیر لگایا جس سے وہ شہید ہو گئے اور وہ اُن کے سر کو جدا کر کے عمر سعد کے پاس لے گیا ۲؎۔

زیارت شہداء میں اُن پر سلام ان الفاظ میں ہے:۔

السّلام علی محمد بن امیر المؤمنین قتیل الابانی الدارمی۔

ابن شہر آشوب نے اولاد امیر المومنینؑ میں سے کربلا میں شہید ہونے والے ۹ کی تعداد میں "محمد الاصغر" کا نام درج کیا ہے۔ مگر پھر لکھا ہے کہ "ایک قول یہ ہے کہ محمد الاصغر فرزند امیر المومنین بیماری کی وجہ سے شہید نہیں ہوئے اور ایک قول یہ ہے کہ بنی دارم کے ایک شخص نے

۱؎ تنقیح المقال ج ۳ ص ۔۔ ۲؎ تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۵۷

www.kitabmart.in

اُن کو تیر لگا کر شہید کیا۔[1]

صاحب ناسخ نے لکھا ہے:۔

"دیگر از فرزندان امیر المومنین محمد الاصغر است کہ بمیدان مبارزت تاخت و تیغ بر آہیخت و بسیار کس از آنجماعت را خون بریخت واو را مردی از قبیلہ تمیم از ابان بن دارم شہید ساخت و مادر محمد الاصغر ام ولد است"[2]

علامہ سید محسن عاملی نے بھی اعیان الشیعہ میں محمد الاصغر کا نام شہدائے کربلا کی فہرست میں درج کیا ہے۔

(۲۷)

عبید اللہ بن علیؑ

علامہ مامغانی لکھتے ہیں کہ اُن کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود تمیمی تھیں وہ امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے جس کی تصریح متعدد اہل سیر اور اصحاب مقاتل نے کی ہے۔

زیارت شہداء میں اُن پر سلام موجود ہے اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اُن کی کنیت ابو بکر ہے۔ لیکن امام نے ابو بکر بن علی پر

---

[1] مناقب ج ۴ ص ۹۹ [2] ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۳۸۸

www.kitabmart.in

سلام علیحدہ کیا ہے ۔ عبید اللہ بن امیر المومنینؑ پر سلام کرنے کے بعد، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر اور عبید اللہ دو شخص ہیں ۔ اور مؤید اس کا یہ بھی ہے کہ بعض روایتوں میں ابو بکر کے ساتھ محمدؑ کی لفظ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا نام عبید اللہ نہیں تھا ۔

ابن ادریس نے اس مقام پر کتاب سرائرہ میں عجیب دھوکا کھایا ہے وہ لکھتے ہیں کہ شیخ مفید نے کتاب الارشاد میں لکھا ہے کہ عبید اللہ کربلا میں اپنے بھائی امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے ۔ یہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ عبید اللہ مصعب بن زبیر کی فوج میں اور اُس کے ساتھیوں میں سے تھے اور اُنھیں مختار بن ابو عبیدہ کے ساتھیوں نے قتل کیا ۔ اور اُن کی قبر موجود ہے اور یہ روایت متواتر طور پر ثابت ہے ۔ ابن ادریس کے اس قول کے خلاف آپ سن چکے ہیں کہ ارباب سیر کے تصریحات اور زیارت شہدا میں امام کے فقرات تبلا رہے ہیں کہ عبید اللہ بن امیر المومنین کربلا میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے ہیں [1]

مجھے زیارت شہدا میں ابو بکر بن علی اور عبید اللہ بن علی پر الگ الگ سلام نظر نہیں آیا ۔ اور کوئی قابل اطمینان گواہی اس امر کے متعلق میرے سامنے نہیں ہے کہ عبید اللہ بن علی کوئی خاص شخصیت

[1] تنقیح المقال ج ۲ ص ۲۴۱

www.kitabmart.in

رکھتے ہیں اور واقعۂ کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔ جبکہ متعدد اشخاص یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ ابو بکر بن علی کا ہی نام عبید اللہ ہے۔ اس لئے عبید اللہ کا جداگانہ کوئی وجود تسلیم کرنا مشکل ہے۔

(۲۸)

عبداللہ بن علیؑ

یہ حضرت ابوالفضل العباس کے حقیقی بھائی تھے۔ والدہ ان کی ام البنین فاطمہ بنت حزام بن خالد بن ربیعہ بن عامر المعروف بالوحید ابن کلاب بن عامر بن ربیعۃ بن عامر بن صعصعۃ تھیں۔ اُن کی ماں ثمامہ بنت سہیل بن عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب اور ان کی ماں عمرۃ بنت طفیل فارس قرزل ابن مالک الاخرام رئیس ہوازن ابن جعفر بن کلاب اور ان کی ماں کبشتہ بنت عروۃ الرحال ابن عتبۃ بن جعفر بن کلاب اور ان کی ماں ام الخشف بنت ابی معویۃ فارس ہوازن بن عبادۃ بن عقیل بن کلاب بن ربیعۃ بن عامر بن صعصعہ اور ان کی ماں فاطمہ بنت جعفر بن کلاب۔ اور ان کی ماں عاتکہ بنت عبد شمس بن عبد مناف اور ان کی ماں آمنہ بنت وہب بن عمیر بن نصر بن قعین بن الحرث بن ثعلبہ بن ذودان بن اسد بن خزیمہ اور ان کی ماں بنت حجدر بن

www.kitabmart.in

ضبیعۃ الاغر بن قیس بن ثعلبۃ بن عکابۃ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل بن ربیعہ بن نزار اور ان کی ماں بنت مالک بن قیس بن ثعلبۃ اور ان کی ماں بنت ذی الراسین خشین ابن ابی عصیم بن سمح بن فزارہ اور ان کی ماں بنت عمرو بن حرمۃ بن عوف بن سعد بن ذبیان بن بغیض بن الریث بن غطفان تھیں [1]

ان کے نسب کا اتنے دور تک محفوظ ہونا خود دلیل ہے اس کی کہ اُن کے خاندان کو اہل انساب کے نزدیک بڑی اہمیت حاصل تھی اسی لئے اُس کو پورے ضبط و تحقیق کے ساتھ محفوظ رکھا ہے۔

علامہ ابن عنبہ نے لکھا ہے کہ امیر المومنین نے اپنے بھائی عقیل سے جو انساب عرب سے خوب واقف تھے فرمائش کی تھی کہ ایک ایسے خاندان کی لڑکی بتاؤ جو بہت بڑے بہادران عرب کی نسل سے ہو۔ میں اُس سے شادی کروں اور اُس سے اولاد جو پیدا ہو وہ بڑی بہادر اور جنگ آزما ہو عقیل نے کہا کہ ام البنین الکلابیہ سے عقد کیجئے۔ کیونکہ عرب میں اُن کے باپ دادا سے زیادہ شجاع و بہادر کوئی نہیں ہے چنانچہ امیر المومنین نے اُسی بنا پر ام البنین سے عقد کیا [2]

ان کے سلسلۂ اجداد میں ملاعب الاسنہ ابو براء۔ اور طفیل

---

[1] ابصار العین ص۲۶ [2] عمدۃ الطالب ص۳۴۴

www.kitabmart.in

فارس قرزل اور عامر بن طفیل بڑے مشہور عرب کے بہادر ہیں۔
اسی خاندان کے متعلق لبید بن ربیعہ عامری نے نعمان بن منذر بادشاہ حیرہ کے بھرے ہوئے دربار میں ان الفاظ میں فخر کیا:۔

نحن بنو ام البنین الاربعۃ　　ونحن خیر عامر بن صعصعۃ

انضار بون الھام وسط الجمجمۃ

اور اس آواز کو تمام قبائل عرب نے خاموشی کے ساتھ سنا[1]

ام البنین کے بطن سے چار فرزند ہوئے۔

(۱) حضرت عباس بن علی جو ان سب میں بڑے تھے (آپ کے حالات اس کے بعد لکھے جائیں گے)۔

(۲) عبداللہ بن علی۔ (جن کے حالات اس وقت ہم لکھ رہے ہیں)

(۳) عثمان بن علی۔

(۴) جعفر بن علی۔ یہ سب میں چھوٹے تھے۔

عبداللہ بن ابی المحل بن خرام بن خالد بن ربیعہ بن عامر الوحید، جناب ام البنین کا بھتیجا تھا اور کوفہ میں بہت معززہ حیثیت رکھتا تھا۔ یہ اُس وقت جب شمر ابن زیاد کا خط لیکر کربلا کی جانب روانہ ہو رہا تھا۔ دربار ابن زیاد میں موجود تھا۔ اس نے عبیداللہ بن زیاد سے کہا

[1] ابصار العین ص۲۶

www.kitabmart.in

کہ ہمارے خاندان کی ایک لڑکی کے فرزند حسین کے ساتھ موجود ہیں۔ آپ اُن کے لئے امان نامہ لکھدیجئے۔ ابن زیاد نے منظور کیا اور جناب عباس اور اُن کے بھائیوں کے لئے امان لکھدی۔ عبداللہ بن ابی المحل نے اپنے ایک غلام کے ہاتھ جس کا نام کزمان تھا اس تحریر کو روانہ کیا، وہ اس کو لیکر ان جانباز بہادروں کے پاس لایا اور کہا یہ آپکے ماموں زاد بھائی نے امان نامہ بھیجا ہے۔ ان چاروں جوانوں نے کہا کہ ہمارے بھائی کو ہمارا اسلام کہہ دینا اور کہنا کہ ہم کو اس امان کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا کی امان ہمارے لئے ابن زیاد کی امان سے بہتر ہے [۱]

خود شمر بن ذی الجوشن وحیدی کلابی اس خاندان سے تھا اور اس نے کربلا آکر سب سے پہلا کام یہی کیا کہ وہ لشکر حسینی کے سامنے آیا اور پکار کر کہا "کہاں ہیں ہماری بہن کے بیٹے"۔ یہ سن کر جناب عباس اور اُن کے تینوں بھائی سامنے آئے اور پوچھا کیا کہتے ہو۔ اُس نے کہا "تم لوگ امان میں ہو"۔ بہادروں نے کہا "خدا لعنت کرے تجھ پر اور تیری امان پر۔ ہم کو تو امان ہے اور فرزند رسول کو امان نہیں ہے!" [۲]

اس سے ان دلیروں کے ثبات و استقلال اور وفاداری کا

۱؎ طبری ج ۶ ص ۲۳۶ ۲؎ طبری ج ۶ ص ۲۳۷

www.kitabmart.in

حقیقۃ کامل اندازہ ہوتا ہے۔ زندگی کی راہ صاف ہونے کے باوجود موت کو اختیار کرنا کسی معمولی دل کا کام نہیں ہے۔

جناب عباس کے بعد ان بھائیوں میں عبداللہ سب سے بڑے تھے۔ اور چونکہ جناب عباس ان کو مثل اولاد کے عزیز رکھتے تھے اس لئے چاہتے تھے کہ اپنی آنکھوں کے سامنے ان کو راہ خدا میں شہید ہوتے دیکھ لیں۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے اپنے بھائی عبداللہ کو پاس بلایا اور کہا تقدم یا اخی حتی اراک قتیلاً و احتسبک فانہ لا ولد لک۔

"آگے بڑھو بھائی تاکہ میں تمھیں قتل ہوتے اپنی آنکھ سے دیکھ لوں اور اپنے لئے سامان آخرت سمجھوں۔ کیونکہ تمھارے تو کوئی اولاد ہی نہیں" طبری کے نافہم یا متعصب راوی نے ان الفاظ کو عجیب معنی کا حامل بنا دیا ہے۔ وہ اس کا مفہوم یہ قرار دیتا ہے کہ تم پہلے قتل ہو تاکہ میں تمھارا وارث ہو سکوں۔ یہ ایسی بدنما غلطی ہے جس سے جناب عباس کے شان و عظمت پر بہت بڑا حرف آتا ہے۔ اور وہ حقیقت کے بھی بالکل خلاف ہے۔

میں نے اپنی متعدد کتابوں میں اس غلط فہمی کا پردہ چاک کیا ہے۔ "حسین اور اسلام" "اسوۂ حسینی" اور "محاربہ کربلا" میں اس پر مبسوط تبصرہ موجود ہے۔

www.kitabmart.in

ابصار العین میں ہے کہ عبداللہ بن علی جناب عباس سے آٹھ برس چھوٹے تھے۔ اور واقعۂ کربلا میں اُن کی عمر پچیس سال کی تھی۔ عبداللہ میدان جنگ میں آئے اور جنگ کرنے کے بعد ہانی بن ثبیت حضرمی کی تلوار سے شہید ہوئے۔

زیارت شہدا میں اُن پر سلام متنازہ الفاظ میں ہے۔

علامہ سید محسن شامی نے شہدائے کربلا کی فہرست میں عجیب دھوکا کھایا ہے۔ اُنھوں نے عبداللہ بن علی کا نام درج کیا ہے۔ پھر دو ناموں کے بعد عبداللہ بن عباس بن علی کا نام لکھا ہے۔ اور پھر عبداللہ الاصغر بن علی[۱]

یہ ہرگز صحیح نہیں ہے۔ اولاد امیرالمومنین میں عبداللہ بس ایک ہی تھے جو جناب عباس کے بھائی تھے۔ اور جناب عباس کا فرزند واقعۂ کربلا میں کوئی لڑنے کے قابل موجود نہ تھا اور نہ کوئی اُن کا بچہ وہاں شہید ہوا ہے۔

(۲۹)

عثمان بن علیؑ

جناب عباس کے دوسرے بھائی، ام البنین کے بطن سے عبداللہ کے

[۱] اعیان الشیعہ ج ۴ ص ۲۵۰

www.kitabmart.in

چھوٹے تھے۔ جب ان کی ولادت ہوئی تو حضرت امیر المومنین نے اُن کا نام عثمان رکھا اور فرمایا کہ میں اپنے دوست عثمان بن مظعون کے نام پر نام رکھ رہا ہوں۔ یہ عثمان بن مظعون بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ رسول اللہ کے سامنے ان کا انتقال ہوا اور حضرت نے اُن کو جنۃ البقیع میں دفن کیا۔ اور پھر جب آپ کے فرزند ابراہیم کا انتقال ہوا تو حضرت رسول نے ان کو عثمان ہی کے پاس بقیع میں دفن کیا۔

اسی لحاظ سے عثمان بن علی کے متعلق زیارت میں بھی اس خصوصیت کا اظہار کیا گیا ہے اور اُن پر سلام کے الفاظ یہ ہیں :۔

السلام علی عثمان بن امیر المومنین سمی عثمان بن مظعون

ابصار العین میں ہے کہ عثمان اپنے بھائی عبداللہ سے دو برس چھوٹے تھے اور ان کی عمر واقعۂ کربلا میں ۲۳ سال تھی۔

صاحب ناسخ کا قول ہے کہ عثمان سب میں چھوٹے تھے جعفر ان سے بڑے تھے۔ اس لئے عثمان کی عمر صرف اکیس سال تھی اور وہ جعفر کے بعد شہید ہوئے۔ صاحب مناقب نے اس سلسلہ ہی کو بدل دیا ہے اُنھوں نے عمر بن علی کے بعد لکھا ہے کہ اس کے بعد اُن کے بھائی عثمان میدان جنگ میں گئے۔

بہر حال یہ روایت تو درست ہی نہیں کیونکہ عمر بن علی کی واقعۂ کربلا

www.kitabmart.in

میں شہادت ہی صحیح نہیں ہے۔ مگر عثمان اور جعفر کی تقدیم و تاخیر کسی حد تک مشکوک ہے۔

ابصار العین کی روایت کے مطابق جب عبداللہ شہید ہو چکے تو جناب عباس نے عثمان کو بلایا اور کہا اب تم آگے بڑھو۔ عثمان میدان جنگ میں گئے اور آخر خولی بن یزید اصبحی کے تیر سے زمین پر گرے اور بنی ابان بن دارم کے ایک شخص نے سر جدا کر لیا۔[۱]

اسی لئے زیارت شہدا میں اُن کا قاتل دونوں شخصوں کو قرار دیا گیا ہے۔

(۳۰)

جعفر بن علیؑ

یہ ام البنین کی اولاد میں سب سے چھوٹے تھے۔ ابصار العین کی روایت کے مطابق اپنے بھائی عثمان کے دو برس بعد پیدا ہوئے اور واقعۂ کربلا میں ان کی عمر اکیس برس تھی۔ عثمان کی شہادت کے بعد جناب عباس ان کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور میدان جنگ میں جانے کا اشارہ کیا۔ جعفر میدان میں آئے اور جنگ کر کے شہید ہوئے۔ طبری نے اُن کا قاتل ہانی

---

[۱] طبری ج ۶ ص ۲۵۷

www.kitabmart.in

ابن ثبیت حضرمی کو قرار دیا ہے۔

زیارت شہدا میں بھی ایسا ہی ہے مگر ابن شہر آشوب کی تحریر ہے کہ اُن کو خولی بن یزید اصبحی نے تیر لگایا۔

(۳۱)

ابوالفضل العبّاسؑ بن علیؑ

آپ ان بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپ کی والدۂ گرامی ام البنین فاطمہ بنت حزام بن خالد بن ربیعہ بن عامر الوحید ابن کلاب بن عامر بن ربیعہ تھیں جن کا مکمل نسب اس کے پہلے عبداللہ کے حالات میں ذکر ہو چکا ہے۔

شیخ مفیدؒ کے قلم سے ارشاد میں یہ لغزش ہوگئی ہے کہ انھوں نے ام البنین کو بنت حزام بن خالد بن دارم لکھا ہے۔ حالانکہ قبیلۂ دارم بنی تمیم کی شاخ ہے۔ ام البنین کے دادا خالد بن ربیعہ ہیں جو قبیلۂ ربیعہ کے رکن ہیں۔

لبید شاعر جو معلقات میں سے ایک قصیدہ کا ناظم ہے۔ وہ ابن ربیعہ کا بھائی تھا۔ اُس کا نام ہے لبید بن عامر بن کلاب بن ربیعہ۔ اس خاندان کا امتیاز خصوصی اور وہ خیال جس کے ماتحت امیرالمومنین نے ام البنین کے ساتھ عقد کیا تھا آپ عبداللہ کے حالات میں سن چکے ہیں۔

ولادت } سنہ ۲۶ھ میں آپ کی ولادت ہوئی ــــــ چودہ ۱۴ برس آپ نے

www.kitabmart.in

اپنے والد بزرگوار کے سایہ میں پرورش پائی۔ سنہ ۴۰ھ میں جناب امیرؑ کی شہادت ہوئی تو دس برس آپ اپنے بھائی امام حسنؑ کے زیر تربیت رہے۔ سنہ ۵۰ھ میں امام حسنؑ نے وفات پائی اس وقت عباس کی عمر ۲۴ برس کی تھی۔ پھر دس برس آپ اپنے بھائی امام حسینؑ کی خدمت میں رہے۔ اس طرح واقعۂ کربلا میں آپ کی عمر ۳۴ برس کی تھی۔ آپ کی ولادت کا دن اور تاریخ مستند طریقہ سے کوئی معلوم نہیں ہے۔

اوصاف

جناب عباس حسن وجمال اور قوت وطاقت میں اپنے زمانہ میں بہت ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ اسی لئے قمر بنی ہاشم کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ آپ بلند بالا اور قد آور تھے یہاں تک کہ اسپ دور کابہ پر سوار ہوتے تھے تو پاؤں زمین پر خط دیتے تھے۔

یہ تو آپ کا ظاہری حلیہ ہے اور باطنی صورت کے خط وخال انتہائی شاندار الفاظ میں امام جعفر صادقؑ نے بیان کئے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

کان عمنا العباس بن علی نافذ البصیرۃ صلب الایمان جاھد مع ابی عبد اللہؑ وابلی بلاءً حسنا ومضی شہیدا

"ہمارے چچا عباس بن علی بڑے دیندار اور مستحکم ایمان والے تھے، اُنھوں نے امام حسینؑ کے ساتھ رہ کر جنگ کی اور کارنمایاں انجام دیا اور آخر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔"

www.kitabmart.in

امام کا کسی کے متعلق اتنے الفاظ صرف کر دینا بڑی بات ہے۔

ایک دوسری حدیث میں امام زین العابدینؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

ان للعباس عند اللہ تبارک و تعالیٰ منزلۃ یغبطہ بھا جمیع الشہداء یوم القیامۃ۔

"جناب عباسؑ کے لئے خدا کے یہاں وہ رتبہ حاصل ہے جس پر دیگر شہداء روز قیامت رشک کرینگے۔"

علامہ مامغانی نے جناب عباس کے باب میں خاص الفاظ لکھے ہیں

وقد کان من فقہاء اولاد الائمۃ علیہم السلام وکان عدلاً ثقۃ تقیاً نقیاً

"وہ اولاد ائمہ میں فقیہ کا درجہ رکھتے تھے اور عادل، ثقہ متقی اور پاک سیرت تھے۔" ؁۱

"فقاہت کا جناب عباسؑ کی یقیناً کوئی ماخذ ہوگا جو اس وقت ہماری پیش نظر نہیں ہے۔

ابتدائی حالات مدینہ کے حالات حضرت عباسؑ کے بالکل تاریکی کے عالم میں ہیں۔ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ امیرالمومنین

؁۱ تنقیح المقال جلد ۲ ص ۱۲۸

www.kitabmart.in

کے عہد میں عباسؑ کی عمر ۱۴ سال کی تھی۔ ان میں سے ۹ برس وہ تھے کہ جب امیر المومنین گوشہ نشین تھے مگر اس کے بعد پانچ سال جو سن تمیز کا زمانہ کہا جا سکتا ہے وہ جناب امیر کی خلافت ظاہری کا تھا۔ اس میں جمل اور صفین اور نہروان کی لڑائیاں پیش آئیں۔

حسنین اور محمد بن الحنفیہ کا نام ان لڑائیوں کے واقعات میں تاریخ کے اندر آتا ہے مگر عباس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جنگ صفین میں ایک موقع پر امام حسینؑ نے پانی لانے کے لئے جنگ کی اور عباس اُس وقت کمسنی کے باوجود آپ کی نصرت کر رہے تھے۔ مگر معتبر کتابوں میں اس کا کہیں پتہ نہیں ہے۔ یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ جتنے اس قسم کے واقعات جناب عباس کے ساتھ مرتبط کئے جاتے ہیں سب میں پانی لانے کا ذکر یا امام حسینؑ کے ساتھ اتحاد کا تذکرہ ہے۔

مثلاً یہ روایت کہ امیر المومنین نے ایک دفعہ پانی مانگا۔ اور جناب عباسؑ کمسنی کی وجہ سے ظرف آب کو سر پہ رکھ کر لائے جس سے آپ کے کپڑے تر ہو گئے۔ حضرت امیر دیکھ کر رونے لگے۔ اس سے یہ شبہہ ہوتا ہے کہ شاید واقعات کربلا سے مناسبت پیدا کرنے اور ربط دینے کے لئے اس قسم کے روایات کی تشکیل ہو گئی ہے۔

ابصار العین میں لکھا ہے کہ حضر بعض الحروب فلم یاذن لہ ابوہ

www.kitabmart.in

بالقوال "عباسؑ بعض لڑائیوں میں شریک ہوئے مگر آپ کے والد بزرگوار نے جنگ کرنے کی اجازت نہیں دی"۔

امام حسنؑ کے زمانہ میں بھی جناب عباسؑ کا کوئی ذکر مذکور نہیں ہے اور نہ امام حسینؑ کے واقعات میں اُس وقت جب مدینہ میں قیام تھا۔ بے شک ولید بن عقبہ سے ملاقات کے موقع پر تاریخ میں یہ موجود ہے کہ حضرت نے اپنے مخصوص اعزّا و اقارب کے جوانمرد لوگوں کو اپنے ساتھ لیا اور اُن کے ساتھ ولید کے یہاں تشریف لے گئے۔ ان بہادر جوانمردوں میں جناب عباسؑ یقیناً موجود تھے مگر اُن کا نام خصوصیت کے ساتھ درج نہیں ہے۔

ذاکرین کا بیان ہے کہ جب آواز امام کی ولید سے گفتگو میں بلند ہوئی تو سب سے پہلے دروازہ کو توڑ کر جو اندر داخل ہوئے وہ ابوالفضل العباسؑ تھے۔

دل کہتا ہے کہ ایسا ضرور ہوا ہوگا۔ مگر تاریخ چپ ہے کچھ نہیں کہتی۔

اس کے بعد امام حسینؑ کا سفر۔ مکہ معظمہ میں قیام اور پھر مکہ سے ہجرت اور راستے کے واقعات۔ ان میں بھی کہیں جناب عباسؑ کا کوئی ذکر نہیں آیا ہے یہ ہمارے ذرائع معلومات کی کوتاہی اور زمانہ کا ایک طرح کا ظلم ہے۔ ورنہ جناب عباسؑ کے آخری خدمات جو محفوظ رہ گئے ہیں وہی بتلاتے

www.kitabmart.in

ہیں کہ اس کے پہلے بھی بہت سے واقعات ایسے ہونگے جن میں عباسؑ کا نام ہم تک پہونچنا چاہئے تھا۔ مگر افسوس ہے کہ نہیں پہونچا۔

بعض واقعات کی اصلیت جن اشخاص کو کسی حیثیت سے عظمت و شہرت حاصل ہو جاتی ہے تو ایسے واقعات بھی جو دوسروں سے متعلق ہیں عوام کے حلقہ میں اُن ہی کی طرف منسوب سمجھ لئے جاتے ہیں چونکہ جناب عباسؑ کو علمدار لشکر اور "سقا" ہونے کی حیثیت سے جو خصوصیت حاصل ہوئی وہ دوسرے شہیدوں کے لئے نہ تھی اس لئے بہت سی ایسی باتیں جناب عباسؑ کے نام سے مشہور ہوگئیں جن کی حقیقت کچھ دوسری تھی۔ چنانچہ ایک روایت یہ ہے کہ شبہائے عاشور میں سے کسی شب حرؑ نے خدمت امام میں حاضر ہونا چاہا۔ جناب عباسؑ طلایہ پھر رہے تھے۔ آپ نے روکا اور کہا کہ ہتھیار اپنے یہیں کھول کر رکھ دے۔

حرؑ نے کہا۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ سپاہی اپنا حربہ کسی کو نہیں دیتا۔ جناب عباسؑ نے کہا۔ پھر تو خدمت امام میں جا بھی نہیں سکتا۔ امام نے حرؑ کی آواز سن لی۔ پکار کر فرمایا کہ حرؑ کو آنے دو۔ وہ ہمارا دوست ہے۔ جناب عباسؑ حکم امام سے مجبور ہوئے۔ مگر آپنے اپنا ہاتھ حرؑ کی تلوار کے قبضہ پر رکھ لیا اور اسی شان سے خدمت امام میں لائے۔

یہ واقعہ موجودہ صورت سے بالکل غلط ہے۔ حرؑ روز عاشور کی صبح تک

www.kitabmart.in

ہرگز دوستانِ امام میں سے نہ تھا۔ اُسے امام کی ملاقات کے لئے آنے کی بھی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اصل روایت جو تاریخ میں درج ہے اُس کی بنا پر آنے والا کثیر بن عبداللہ شعبی تھا۔ سدِراہ ہونے والے ابو ثمامہ صائدی تھے اور انھوں نے ہی کہا تھا کہ ہتھیار کھول کر رکھ دے اور آخر میں یہ کہ میں تیری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ لوں۔ مگر اُس نے منظور نہ کیا اور واپس گیا۔

میں نے اس کی تفصیل "معرکۂ کربلا" (ص ۱۶ تا ۱۷) میں لکھی ہے۔

اسی طرح ایک یہ روایت ہے کہ امام عمر سعد سے گفتگو کے لئے دونوں صفوں کے درمیان تشریف لے گئے تو عمر سعد کے ساتھ اُس کا بیٹا اور غلام آیا تھا۔ اس طرف سے جب امام تشریف لے چلے تو جناب عباسؑ اور علی اکبر ساتھ ہو لئے حضرت نے علی اکبر سے فرمایا کہ تم کیوں آ رہے ہو۔ عرض کیا اُس کے ساتھ اُس کا بیٹا موجود ہے۔ پھر آپ جناب عباسؑ کی طرف متوجہ ہوئے کہ تم کیوں آتے ہو۔ کہا اُس کے ساتھ بھی تو اُس کا غلام ہے۔ مطلب یہ تھا کہ میں بھی آپ کا غلام ہوں۔ آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ یہ روایت بھی صحیح نہیں ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ عمر سعد تقریباً بیس سوار اپنے ساتھ لیکر نکلا تھا۔ ادھر امام بھی اتنے ہی ساتھیوں کے ساتھ تشریف لے گئے۔ لیکن جب آپ قریب

www.kitabmart.in

پہونچے تو حضرت نے اپنے ساتھیوں کو ہٹا دیا جس کے بعد عمر سعد بھی مجبور ہوا اور اُس نے اپنے ساتھیوں کو جدا کر دیا۔

خود یہ روایت کہ جناب عباسؑ نے کبھی امام حسینؑ کو بھائی نہیں کہا بلکہ ہمیشہ اپنے تئیں غلام اور حضرت کو آقا کہتے رہے کسی مستند کتاب میں درج نہیں ہے۔ اور مجھے وہ خالص ہندوستانی مذاق کی پیداوار معلوم ہوتی ہے۔ عربی تہذیب سے اس کو دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔

پھر اس بنیاد پر متعدد روایتوں کی بنیادیں قائم ہیں۔ وہ سب ہی کمزور ہو جاتی ہیں اور اُن کی کوئی اصلیت معلوم نہیں ہوتی۔

پہلی دفعہ سقائی جب امام حسینؑ پر پانی بند کر دیا گیا اور پیاس کی شدت ہوئی تو سب سے پہلی خدمت ابو الفضل العباسؑ کے سپرد یہی ہوئی کہ وہ جا کر نہر سے پانی لائیں۔ امام حسینؑ نے تیس سوار اور بیس پیادے جناب عباسؑ کے ساتھ کئے اور بیس مشکیں ساتھ روانہ کیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ آٹھویں محرم کی شب کا واقعہ ہے۔ یہ لوگ نہر کے قریب پہونچے۔ عمرو بن الحجاج جو پانی کا محافظ تھا سدِّ راہ ہوا۔ حضرت عباسؑ نے سواروں کی جماعت کو ساتھ لیکر اُن کا مقابلہ کیا اور پیادوں سے کہا کہ تم اپنی مشکیں بھر لو۔ اُنھوں نے مشکیں پانی سے بھریں اتنی دیر یہاں جنگ ہوتی رہی۔ آخر دشمن کی فوج کو شکست ہوئی اور

www.kitabmart.in

پانی لاکر خیام حسینی میں پہونچا دیا گیا [1]

اس واقعہ کا ذکر نافع بن ہلال جملی کے حالات میں ہو چکا ہے کیونکہ اس لڑائی میں جناب عباسؑ کے ساتھ انھوں نے بھی کارنمایاں انجام دیا تھا۔ یہ واقعہ وہ تھا جس میں سب سے پہلے جناب عباسؑ نے پانی لانے کی خدمت کو انجام دیا اور "سقا" کا لقب حاصل کیا۔

امان سے انکار جناب عباسؑ کی وفا کا انتہائی مستند واقعہ حاصل شدہ امان کا مسترد کرنا ہے جس کا ذکر اس کے پہلے عبداللہ ابن علی کے حالات میں ہو چکا ہے۔ اس واقعہ میں اگرچہ تمام بھائی مشترک حیثیت رکھتے ہیں مگر جہاں تک واقعات سے معلوم ہوتا ہے چھوٹے بھائی سب جناب عباسؑ کے بالکل مطیع فرمان تھے اور یہ جناب عباسؑ کی انتہائی پختگی اور وفاداری تھی جس کا اثر دیگر بھائیوں پر بھی پڑتا تھا اگر حضرت عباسؑ کی طرف سے کچھ بھی تزلزل ہوتا تو صورت واقعہ اس طرح نظر نہ آتی جو اس وقت تاریخ میں محفوظ ہے۔

طلب مہلت اُس وقت جب شمر لے کر بلا آ کر عمر سعد کو ابن زیاد کا تہدیدیہ آمیز خط دیا اور عمر سعد تشدد پر بالکل طیار ہو کر نویں تاریخ کی سہ پہر ہی کو فوج حسینی پر حملہ آور ہو گیا۔ اس وقت جناب عباسؑ

---

[1] طبری ج ۶ صفحہ ۲۳۴-۲۳۵۔

www.kitabmart.in

ہی تھے جو خدمت امامؑ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "بھیا لشکر آگیا" حضرت اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا (ان الفاظ کا لب و لہجہ دیکھنے کے قابل ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ امام کو جناب عباسؑ سے کس درجہ محبت تھی)

یا عباس ارکب بنفسی انت یا اخی حتی تلقاهم فتقول لهم مالکم وما بدالکم وتسألهم عما جاءهم۔

"عباس! میری جان تم پر فدا میرے بھائی!! تم خود سوار ہو اور ان کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ آخر یہ کیا ہے اور ان کا کیا ارادہ ہے اور ان کے حملہ کا کیا سبب ہے"۔

جناب عباسؑ بیسؔ سواروں کے ساتھ تشریف لے گئے اور پوچھا کہ "تمہاری رائے میں کیا تبدیلی ہوئی اور تم کیا چاہتے ہو" جواب ملا کہ امیر ابن زیاد کا حکم آیا ہے کہ تم لوگوں سے امیر کی اطاعت قبول کرنے کا مطالبہ کریں۔ نہیں تو تم سے جنگ کریں"۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا جلدی نہ کرو۔ میں جا کر امامؑ سے تمہارا پیغام پہونچاؤں"۔ یہ سن کر وہ لوگ ٹھہر گئے۔ جناب عباس گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے امام کے پاس گئے کہ واقعہ کی اطلاع دیں۔

امام نے فرمایا:۔

"جاؤ اگر ممکن ہو تو ان سے آج کی شب کی مہلت لے لو تا کہ ہم آج کی رات اپنے پروردگار کی خوب عبادت کر لیں۔ جناب عباسؑ پھر گھوڑا

www.kitabmart.in

دوڑاتے ہوئے واپس گئے اور کہا کہ "امام نے ایک شب کی مہلت مانگی ہے صبح کو دیکھا جائیگا"

چنانچہ تھوڑی سی کشمکش کے بعد مہلت حاصل ہوگئی اور اس رات کو عبادت الٰہی میں بسر کرنے کا امام کو موقع مل گیا۔[1]

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جناب عباسؑ کی سنجیدگی، معاملہ فہمی اور وفاداری و امانتداری پر امام کو کامل اعتماد تھا۔ ورنہ اس نازک مرحلہ کو آپ صرف جناب عباسؑ کے سپرد نہ فرماتے۔

امام کی تقریر کا جانبازانہ جواب

شب عاشور جب امام نے اپنے اصحاب کو جمع کیا۔ اور وہ خطبہ ارشاد فرمایا جو کربلا کی تاریخ میں یادگار ہے۔ اور اُس میں آپنے فرمایا کہ میں اپنی بیعت تمھاری گردنوں سے اُٹھائے لیتا ہوں۔ تم اس رات کی تاریکی میں جدھر چاہو چلے جاؤ۔ یہ لوگ میرے قتل کے طالب ہیں اور کسی دوسرے سے ان کو کوئی کام نہیں ہے۔"

اُس وقت سب سے پہلے جس نے اظہار جانبازی کیا ہے وہ جناب عباسؑ تھے۔ اُنھوں نے کہا "ہم ایسا کس لئے کریں۔ کیا اس لئے کہ آپکے بعد زندہ رہیں؟ ہرگز نہیں۔ خدا ہم کو یہ روز بدنصیب نہ کرے۔" آپکے بعد دوسرے

[1] طبری ج ۶ صفحہ ۲۳۰۔ ۲۲۸۔

www.kitabmart.in

کے لئے جو دشمن میں گھرے ہوئے تھے آپ نے ایک اکیلے عباس کو بھیجدیا پھر عباس کی شجاعت و جرأت اور فن جنگ میں مہارت دیکھئے کہ غنیم لشکر کے ہاتھوں سے حلقہ میں گھرے ہوئے زخمی بہادروں کو نکالتے ہیں اور اُنھیں محفوظ طریقہ سے اپنے ساتھ لیکر روانہ ہوتے ہیں لیکن کسی طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس حملہ میں آپ کو کوئی زخم لگا ہو اور کسی طرح کا بھی گزند پہونچا ہو۔

میدان جہاد میں قربانی حضرت عباسؑ اپنے چھوٹے بھائیوں کو اولاد کی طرح عزیز رکھتے تھے۔ روز عاشورہ یہ اصول قائم تھا کہ ہر شخص اپنے سے وابستہ عزیز کو خود حسینؑ پر فدا کرتا تھا۔ عباسؑ نے ان بھائیوں کو حسینؑ پر سے نثار کیا۔ اور ایک ایک کر کے تینوں سے کہا کہ جاؤ میدان جنگ میں۔ تمھارے کوئی اولاد تو ہے نہیں تم خود جاؤ" اس طرح یکے بعد دیگرے اپنے تینوں بھائیوں کو اپنے سامنے فرزند رسول پر قربان کر دیا۔

رخصت جنگ اور جہاد جب کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جو امام کی نصرت میں جہاد کر سکے تو حضرت ابو الفضل العباس بخدمت امام میں حاضر ہوئے اور جنگ کی اجازت مانگی۔ امام نے اپنے بھائی کو بہت حسرت کی نگاہ سے دیکھا اور فرمایا تم تو میرے علمدار ہو۔ عباس نے

www.kitabmart.in

عرض کیا "اب مجھ سے تحمل ممکن نہیں۔ اور زندگی سے سیر ہو گیا ہوں" امام نے فرمایا "اچھا جاتے ہو تو پانی کی فکر کرنا"

جناب عباسؑ نے مشک لے لی اور میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئے آپنے دشمن کی فوج پر حملہ کیا اس طرح نہیں کہ گویا آپ جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ اس طرح جیسے نہر کا راستا صاف کر کے پانی لانا منظور ہے۔

بہادر اور شیر دل عباس اپنی کوشش میں کامیاب ہوئے۔ وہ نہر پر پہونچے بھی اور مشک کو پانی سے بھر ابھی۔ دنیا کی تاریخ میں یادگار رہے گا یہ واقعہ کہ اتنے ہزار سپاہی ایک بہادر کو روکنا چاہیں اور نہ روک سکیں۔

وہ عباس کا شیرانہ حملہ تھا جس نے دشمن کو اتنی دور ہٹا دیا کہ وہ اطمینان کے ساتھ نہر میں گھوڑا ڈالیں اور پانی بھریں۔

بیشک خود جناب عباس پیاسے تھے۔ مگر انھوں نے ہاتھ میں پانی لیکر پھر پھینک دیا اور امام کی پیاس کے خیال نے لبوں کو پانی سے تر کرنے کی اجازت نہ دی۔ پیاسے ہی نہر سے نکل آئے۔ اور بھری ہوئی مشک دوش پر لیکر خیمہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ فوج عمر سعد کو اب اپنی شکست کا غصہ بھی تھا اور یہ کد بھی کہ پانی کسی طرح پہونچنے نہ پائے۔ چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اس وقت عباس کے مشکلات کا

www.kitabmart.in

اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے۔

دوش پر مشک مستقل طور پہ جنگ سے مانع تھی اور کہا جاتا ہے کہ علم بھی موجود تھا۔ مگر کیا کہنا اُس بہادر کا جس نے اسی عالم میں جنگ شروع کر دی۔ وہ جوش و خروش سے حملے کر رہے تھے اور اُن کی زبان پہ یہ شعر تھے

لا ارھب الموت اذ الموت زقا حتی اواری فی المصالیت لقی
انّی انا العباس اغد وبالسقا ولا اھاب الموت یوم الملتقی

"میں کبھی موت سے نہیں ڈرتا۔ موت کتنے ہی نعرے لگائے جبتک کہ میں تلواروں کے سایہ میں زمین پر گر نہ جاؤں۔ میں عباس ہوں۔ مشک لے جاؤنگا اور ضرور لے جاؤنگا اور جنگ کے ھنگام میں موت کی کوئی پرواہ نہ کرونگا"

شہادت دشمنوں کی جانب سے اپنی آخری شکست کا اعتراف سمجھے کہ اُنھوں نے عباس کے ہاتھوں کی موجودگی میں اپنی کامیابی ناممکن سمجھی۔ اس لئے حکیم بن طفیل طائی سنبسی نے داہنے ہاتھ پہ تلوار لگائی۔ عباس کو اپنی جان سے زیادہ علم کا خیال تھا۔ اُنھوں نے علم کو گرنے نہیں دیا۔ بائیں شانہ پر لے لیا اور یہ کہا:۔

واللہ ان قطعتم یمینی انّی احامی ابداً عن دینی

"خدا کی قسم اگر تم نے میرا داہنا ہاتھ قطع کر دیا تو یہ نہ سمجھو کہ میں اپنے

www.kitabmart.in

دین کی حمایت نہ کرونگا۔ اس فرض کو تو میں ہمیشہ انجام دیتا رہونگا"۔

اس کے بعد زید بن ورقا جہنی نے بائیں ہاتھ پہ تلوار لگائی یہ ہاتھ بھی قطع ہو گیا۔ عباس نے علم کو اپنے سینہ سے لگایا۔ قبیلۂ تمیم کے ایک شخص نے سر پہ ایک گرز لگایا جس سے جناب عباس زمین پر گرے اور بلند آواز سے پکار کر کہا "بھائی میری خبر لیجئے"۔

امام پر اس آواز کا جو اثر نہ ہوتا کم تھا۔ وہ مثل باز شکاری کے جھپٹے اور زخمی بھائی کی لاش پر پہونچے۔ دیکھا دونوں ہاتھ قطع ہیں پیشانی شکستہ ہے آنکھ میں تیر ہے۔ زخموں سے چور ہیں۔ امام جھک گئے اور سرھانے بیٹھ گئے یہاں تک کہ شیر دل بھائی کی روح نے جسد سے مفارقت کی۔ اب کوئی نہیں تھا جس کا حسینؑ کو سہارا ہوتا۔ وہ بھائی کی لاش سے اٹھے اور آگے بڑھے۔ تلوار ہاتھ میں تھی۔ بڑے جوش میں داہنے اور بائیں دشمن پر حملہ کر رہے تھے اور وہ سامنے سے بھاگ رہے تھے۔ آپ فرما رہے تھے:۔

این تفرّون وقد قتلتم اخی ــــ این تفرّون وقد فتتم عضدی

"بھاگ کے کہاں ہو تم نے میرے بھائی کو تو مار ڈالا۔ بھاگ کے کہاں ہو تم نے میرے بازو کو تو شکستہ کر دیا"۔

اس کے بعد آپ اپنی جگہ پر آ کر تنہا کھڑے ہو گئے۔

www.kitabmart.in

ایک دوسری روایت بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ امام حسینؑ پر جب پیاس کا غلبہ ہوا تو آپ خود نہر کی جانب تشریف لے چلے۔ جناب عباس آپ کے ساتھ ساتھ تھے۔ فوج عمر سعد نے حملہ کیا اور جناب عباس کو چاروں طرف سے گھیر کر امام سے جدا کر لیا عباس نے تنہا جنگ اُن سے جاری رکھی۔ یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو گئے اور زید بن ورقا جہنی اور حکیم بن طفیل سنبسی نے آپ کو شہید کیا۔ اس روایت کو علامہ سید محسن شامی نے گذشتہ روایت کے درج کرنے کے بعد ان الفاظ میں لکھا ہے کہ "آپ کی شہادت کی کیفیت کے متعلق ایک اور روایت بھی ہے اور وہ یہ ہے"[۱]

صاحب ناسخ کے انکشافات سپہر کاشانی کو اس کے قبل پہلے اور دوسرے حصہ میں آپ پوری طرح پہچان چکے ہونگے وہ ضرورت سے زیادہ محقق ہونے کا اظہار کرتے ہیں اور لب و لہجہ بھی محققانہ اختیار کرتے ہیں۔ مگر اس میں وہ کتنی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ اُس کی نظیریں آپ کے سامنے بہت سی آچکی ہیں۔

یہاں بھی سن لیجیے کہ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"بعضی از علماء رقم کردہ اند کہ عباس بن علی علیہما السلام در شب عاشورا

[۱] اعیان الشیعہ ج ۴ صفحہ ۲۴۲-۲۴۳

www.kitabmart.in

شهید شد و بیشتر از اہل سیر خبر شہادت آنحضرت را روز عاشورا نگاشتہ اند۔ چوں از پسرہائے امیر المومنین دو تن را عباس نام بود یکے را عباس الاکبر و دیگرے را عباس الاصغر می نامیدند۔ تواند شد کہ عباس الاصغر در شب عاشورا شہید شدہ باشد و عباس الاکبر در روز عاشورا۔ عباس الاصغر نیز در شب عاشورا بطلب آب شتافت و سعادت شہادت یافت۔"

میرے نزدیک جناب امیرؑ کے فرزندوں میں دو عباس کا ہونا شب عاشور کسی جنگ کا واقع ہونا اور عباس الاصغر کا اُس میں شہید ہونا یہ سب غلط ہے اور اُس میں کوئی جزو درست نہیں ہے۔

بحار میں ایک روایت درج ہے کہ "جناب عباس کے بعد آپ کے بھائی عمر بن علی اور آپ کے فرزند عبید اللہ بن العباس میں میراث کے بارے میں نزاع ہوئی اور آخر میں صلح ہو گئی۔"

یہ روایت تو درست نہیں معلوم ہوتی کیونکہ عمر بن علی دوسری ماں کے فرزند ہیں۔ جناب عباس کی اولاد سے اُن کی منازعت کے کوئی معنی نہیں۔ خصوصاً علامہ مجلسی نے عمر بن علی کو شہدائے کربلا میں درج کیا ہے۔ اس کے بعد اُس واقعہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی مگر آپ سن چکے ہیں کہ شہادت کی روایت صحیح نہیں اس لئے اس اعتبار

www.kitabmart.in

سے یہ نزاع کا واقعہ ممکن قرار پاسکتا ہے۔

مگر صاحب ناسخ نے علامہ مجلسی کی گرفت کرتے ہوئے اُن کی اس روایت پر جو تبصرہ کیا ہے اُس میں "عباس الاصغر" والی طبعزاد تحقیق کو اور "شاخ و برگ" دیدئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:۔

" اینکہ می گویند عمر بن علی بن ابیطالب با عبید اللہ در طلب میراث منازعہ کرد و بمصالحہ گذشت چہ او برادر اعیانی حضرت عباس بود درست نہ باشد چہ عمر برادر پدری عباس الاصغر است و با او برادر اعیانی است و با عباس الاکبر از جانب پدر برادر است چگونہ می توانست با عبید اللہ در طلب میراث منازعت آغازد و فاضل مجلسی علیہ الرحمہ عمر را در شمار شہدا نگاشتہ و در ورقۂ دیگر منازعۂ او را در طلب میراث با عبید اللہ رقم کردہ و جماعتی دریں قصہ اقتفا بہ او کردہ اند السیف قد ینبو و الجواد قد یکبو کسی کہ مصنفات و مؤلفات او را در فارسی و عربی از دو کرور بیت کمتر بشمار نتواں گرفت صد چنیں لغزش را از و معفو باید داشت "

اولاد } صاحب ناسخ کا بیان ہے کہ جناب عباس کا عقد لبابہ دختر عبید اللہ بن عباس بن عبد المطلب کے ساتھ ہوا۔ ان سے دو فرزند متولد ہوئے۔ ایک فضل، دوسرے عبید اللہ۔ فضل فرزند اکبر تھے اس لئے ان ہی کے نام کے موافق آپ کی کنیت ہوئی " ابو الفضل " واقعات

www.kitabmart.in

سے کہیں پتہ نہیں چلتا کہ فضل کربلا میں موجود تھے یا نہیں اور اُن کی عمر کیا تھی - عبید اللہ چھوٹے فرزند کا نام تھا اور وہ واقعہ کربلا کے بعد موجود رہے ام البنین کے مرثیہ کے جو اشعار اس کے بعد درج ہونگے اُن کے ساتھ بھی عبید اللہ کا نام آئیگا - اُس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ عبید اللہ اس وقت بہت کمسن بچہ تھے -

علامہ سید محسن عاملی نے شہدا کربلا میں جناب عباس کے ذکر کے بعد محمد بن العباس بن علی اور عبد اللہ بن العباس بن علی کا نام لکھا ہے - ملاحظہ ہو (اعیان الشیعہ ج ۴ صفحہ ۲۵۰)

مگر یہ بالکل عجیب روایت ہے - میرے نزدیک صحیح نہیں ہے علامہ ابن شہر آشوب نے اولاد امیر المومنینؑ کے شہدا کی فہرست میں جناب عباس کے نام کے بعد لکھا ہے -

ویقال ابنہ محمد بن العباس (مناقب ج ۴ صفحہ ۹۹) " بقولے آپ کے فرزند محمد بن عباس بھی شہید ہوئے " بہر حال اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں ہے

ام البنین کے تاثرات

جس ماں کے ابو الفضل العباس اور اُن کے بھائیوں ایسے چار بیٹے ہوں اور وہ چاروں قتل ہو جائیں اُس کے تاثرات قلم کی زبان سے کہاں ادا ہو سکتے ہیں شرح کامل ہیں ابو الحسن اخفش عرب کے بہت بڑے ادیب کی زبانی یہ روایت

www.kitabmart.in

درج ہے کہ ام البنین واقعہ کربلا کی اطلاع پانے کے بعد سے برابر روزانہ بقیع کی طرف چلی جاتی تھیں اور جناب عباس کے بچّہ عبیداللہ کو اپنے ساتھ لیجاتی تھیں اور عباس کا مرثیہ پڑھتی تھیں ۔ یہ نوحہ اتنا دردناک ہوتا تھا کہ مدینہ کے لوگ اُس کو سننے جمع ہوتے تھے اور مروان بن الحکم ایسا دشمن بھی اکثر وہاں چلا جاتا تھا ۔ اور ان پُردرد اشعار کو سن کر لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے ۔

ذرا ان اشعار کو سنئے دیکھئے تو وہ کیا ہیں ۔ اُن میں فقط درد ہی نہیں بلکہ وہ قوت نفس بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عباس ایسے شیر کی ماں کے دل سے نکلے ہوئے ہیں :۔

یا من رأی العباس کرّ — علی جماھیر النقد
ووراہ من ابناء حید — ر کل لیث ذی لبد
انبئت ان ابنی اصیب — براسہ مقطوع ید
ویلی علی شبلی اما — ل براسہ ضرب العمد
لوکان سیفک فی ید — یک لما دنا منہ احد

"کہاں ہیں دیکھنے والے میرے شیر عباس کے جب وہ حملہ آور تھا بھیڑوں کے گلوں پہ ۔ اور اُس کے پیچھے تھے حیدر صفدر کی اولاد کے باہمت کئی شیر ۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ میرے فرزند کے سر پہ گرز لگا اُس وقت

www.kitabmart.in

جب اُس کے ہاتھ کٹ چکے تھے۔ ہائے افسوس میرے بچہ کے سر کو گرز نے شگافتہ کر دیا۔ اے عباس مجھے یقین ہے کہ اگر تیری تلوار تیرے ہاتھ میں رہتی تو کسی کو ہمت نہ ہوتی کہ تیرے قریب آسکے"۔

یہ اشعار بھی جناب ام البنین کے ایک خاص اثر کے حامل ہیں۔

لا تدعونی ویك ام البنین　　تذکرینی بلیوث العرین

کانت بنون لی ادعی بھم　　والیوم اصبحت ولا من بنین

اربعة مثل نسور الربی　　قد واصلوا الموت بقطع الوتین

تنازع الخرصان اشلاءھم　　فکلھم امسی صریعا طعین

یالیت شعری اکما اخبروا　　بان عباسا قطیع الیمین

" اے لوگو اب مجھے ام البنین (فرزندوں کی ماں) نہ کہو اس سے تو مجھے میرے شیر یاد آتے ہیں۔ تھے کبھی میرے کئی بیٹے جن کے نام سے میں پکاری جاتی تھی۔ اب تو میں اس حال میں ہوں کہ میرے بیٹے رہ ہی نہیں گئے۔ چار وہ جیسے بازہائے شکاری۔ سب موت کے گلے میں باہیں ڈال چکے۔ نیزوں نے اُن کے جسم کے ٹکڑے کئے۔ اور سب زمین پر بیجان ہو کر گر گئے۔ ارے کیا یہ صحیح ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ عباس کے ہاتھ بھی قطع ہو گئے تھے!!"

www.kitabmart.in

مجاہدین کا خاتمہ

مصنف ابصار العین نے تصریح کی ہے کہ کان العباس آخر من قتل من المحاربین لاعداء الحسین علیہ السلام ولم یقتل بعدہ الا الغلمان الصغار من آل ابی طالب الذین لم یحملوا السلاح۔

"جناب عباس آخری وہ شخص ہیں کہ جو جنگ کر کے شہید ہوئے ہیں آپ کے بعد جو قتل ہوئے ہیں وہ کمسن بچے ہیں اولاد ابوطالب میں سے جو ہتھیار اٹھانے کے قابل نہ تھے۔

(۳۲)

عبداللہ بن الحسینؑ

شیر خوار بچہ، کمسن شاہزادہ۔ مدینہ سے روانگی کے کچھ قبل ولادت ہوئی تھی۔ والدہ گرامی رباب بنت امرئ القیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن علیم بن خباب بن کلب اور ان کی ماں ہند الہنود بنت الربیع بن مسعود بن مصاد بن حصن بن کعب بن علیم اور ان کی ماں میسون بنت عمرو بن ثعلبہ بن حصین بن ضمضم اور ان کی ماں رباب بنت اوس بن حارثہ بن لام الطائی تھیں۔ نسب کا دور تک محفوظ ہونا نجابت و

www.kitabmart.in

شرافت کی دلیل ہے۔ امرئ القیس کی تین بیٹیاں تھیں جو انھوں نے خاندان رسالت میں بیاہی تھیں۔ ان میں سے رباب کی شادی حضرت امام حسینؑ کے ساتھ ہوئی جن سے پہلے ایک صاحبزادی سکینہ متولد ہوئیں امام سکینہ اور ان کی والدہ کے ساتھ اس قدر موانست رکھتے تھے کہ اس کے متعلق آپ کی زبانی اشعار بھی درج کتب کئے گئے ہیں۔ اگرچہ مجھ کو اس میں شک ہے کہ واقعی امام کی زبان سے نکلے ہوئے شعر ہیں۔

لعمرک اننی لا حبّ دارا   تحلّ بہا سکینۃ والرباب

احبھما وابذل جلّ مالی   ولیس لعاتب عندی عتاب

"قسم ہے کہ میں اس گھر کو محبوب رکھتا ہوں جس میں سکینہ اور رباب کا قیام ہو۔ میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں اور اپنے مال کے بڑے حصّہ کو صرف کرنے کے لئے طیار ہوں اور میں اس بارے میں کسی شکوہ و نارضامندی کی پرواہ نہیں کرتا۔"

ان ہی رباب کے بطن سے یہ فرزند متولد ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا ہے[1]۔

اس کی شہادت کا واقعہ عجیب دلدوز ہے۔ ظاہر ہے کہ ماں باپ کو چھوٹے بچوں سے انتہائی محبت ہوتی ہے۔ امام جب شہادت پر عازم ہوگئے

---

[1] ابصار العین صـ ۲۴ ۔

www.kitabmart.in

تو در خیمہ پر تشریف لائے اور بچہؑ کو دیکھنے کے لئے اہل حرم سے منگوایا بچہؑ لایا گیا۔ حضرت وہیں بیٹھ گئے اور بچہؑ کو گود میں لیکر گلے سے لگایا اور رخصت ہونے لگے۔ بے رحم دشمن کو یہ بھی گوارا نہ ہوا ایک تیر آیا اور اُس نے بچہؑ کا کام تمام کر دیا۔

طبری نے عقبہ بن بشیر اسدی کی روایت لکھی ہے کہ ایک دفعہ مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین (امام محمد باقرؑ) نے کہا کہ تمھارے قبیلۂ بنی اسد پر بھی ہمارا ایک خون ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا "حضور پھر اس میں کیا قصور ہے۔ بتلائیے تو وہ خون کیا ہے"۔ آپ نے فرمایا امام حسینؑ کے پاس آپ کا کمسن بچہ گود میں تھا۔ اس وقت تمھارے قبیلۂ بنی اسد میں سے ایک شخص نے ایک تیر لگایا۔ جو بچہؑ کے گلے پہ لگا اور وہ بچہؑ اس سے ذبح ہو گیا حسینؑ نے اُس کا خون اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا جب دونوں چلّو خون سے بھر گئے تو آپ نے اُس کو زمین پہ بہا دیا۔ پھر فرمایا۔

ربّ ان تك حبست عنّا النصر من السماء فاجعل ذالك لما هو خير واتقم لنا من هؤلاء الظّالمين

"پروردگارا اگر تیری مصلحت آج ہمیں فتح عطا کرنے کی نہیں ہے تو اس کا نتیجہ ہمارے لئے بہتر قرار دینا اور ان ظالموں سے ہمارا

www.kitabmart.in

بدلا لینا" ؎۱

اس روایت سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ قاتل قبیلۂ بنی اسد میں سے ایک شخص تھا۔ ابن شہر آشوب نے اولاد امام حسینؑ کے شہدا کی فہرست میں لکھا ہے ذبح عبداللہ فی حجرہ

"عبداللہ کو آپ کی گود میں ذبح کیا گیا" ؎۲

اُنھوں نے اولاد امام حسینؑ کی فہرست میں یہ تصریح کی ہے کہ عبداللہ کربلا میں شہید ہوئے اور وہ رباب کے بطن سے تھے ؎۳

فاضل سماوی نے طبری کی مذکورہ بالا روایت اتنی ترمیم کے ساتھ درج کی ہے کہ حضرت نے خون بچہؑ کا آسمان کی طرف پھینکا امام محمد باقرؑ کی روایت ہے کہ اُس کا ایک قطرہ بھی زمین کی طرف واپس نہیں آیا۔ پھر حضرت نے خیمہ کے قریب ہی تلوار کے نیام سے ایک گڑھا بصورت قبر کھودا اور بچہؑ کو اُس کے خون بھرے لباس ہی میں اُس گڑھے میں دفن کر دیا۔

سید ابن طاؤس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ نے بچہؑ کو اپنی بہن جناب زینب کے ہاتھ سے لیا اور جھکے تاکہ بچہ کو پیار کریں۔ اتنے میں ایک تیر آیا جس سے اُس کا گلا چھد گیا۔ آپ نے بچہؑ کو جناب زینب کے ہاتھ میں دیا

؎۱ طبری ج ۶ ص ۲۵۷ ؎۲ مناقب ج ۴ ص ۹۹ ؎۳ مناقب ج ۴ ص ۸۲

www.kitabmart.in

اور کہا اسے ذرا لئے رہو۔ پھر آپ نے جیسا کہ گذرا گڑھا کھودا اور بچہ کو دفن کیا

ابو مخنف کا بیان ہے کہ تیر لگانے والا حرملہ بن کاہن اسدی تھا۔

اور دوسرے لوگوں کی روایت ہے کہ عقبہ بن بشر غنوی نے تیر لگایا مگر پہلے

قول کے مؤید امام محمد باقرؑ کی روایت ہے۔

فاضل سماوی کا خیال ہے کہ "کاہن" نون ہی کے ساتھ ہے

اور "کاہل" کی لفظ جو مشہور ہے وہ درست نہیں ہے ۱؎

علامہ سید محسن شامی لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے آواز استغاثہ بلند کی

جس کو سُن کر خیمہ سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ آپ خیمہ کے دروازہ

پر تشریف لائے۔ اور جناب زینب سے فرمایا کہ میرے چھوٹے بچّہ کو

میرے پاس لاؤ کہ میں رخصت کر لوں۔ جناب زینب آپ کے فرزند

عبداللہ کو جس کی ماں رباب بنت امرئ القیس تھیں لے کر آئیں۔

آپ نے بچہ کو لیا اور اپنی گود میں بٹھلایا اور چاہا کہ پیار کریں۔ مگر حرملہ

ابن کاہل اسدی نے ایک تیر لگایا جو بچّہ کی گردن پہ پڑا اور اُسے

ذبح کر دیا۔ حضرت نے زینب سے فرمایا کہ لو اس کو۔ پھر آپ نے اُس کا

خون اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا۔ جب چلّو خون سے بھر گئے تو آپ نے

اُسے آسمان پر پھینکدیا ـــــــ اور ایک روایت میں ہے کہ زمین پر

۱؎ ابصار العین صفحہ ۲۴-۲۵

www.kitabmart.in

بہایا۔ پھر آپ نے بچہ کی لاش کو اٹھا کر اُس جگہ رکھ دیا جہاں دوسرے شہدار کی لاشیں تھیں۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے تلوار کے نیام سے گڑھا کھودا اور بچہ کو اُس کے خون میں آغشتہ کر کے اُس میں دفن کر دیا ^ا^

زیارت شہدار میں بھی عبداللہ رضیع پر سلام موجود ہے ان الفاظ میں کہ :-

السّلام علی عبد اللہ بن الحسین الطفل الرضیع المرمی الصریع المتشحّط دما المصعد دمہ فی السّماء المذبوح بالسہم فی حجر ابیہ لعن اللہ رامیہ حرملۃ بن کاھل الاسدی وذویۃ

اس میں وہی باتیں مذکور ہیں جو گذشتہ حوالوں سے آپ کے سامنے آچکی ہیں۔ عبداللہ نام۔ سن شیر خوارگی۔ طریقۂ قتل تیر۔ خون کا آسمان پر پھینکا جانا۔ تیر کا گلے پر پڑنا اور بچّہ کا اُس وقت باپ کی گود میں ہونا قاتل کا حرملہ بن کاہل اسدی نام ہونا۔

ان تمام روایات سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ عبداللہ سن رضاعت میں تھے اور سن تمیز کو نہ پہونچے تھے۔

مگر صاحب ناسخ کہ جن کے اکثر انکشافات بالکل عالم بالا سے

---

^ا^ اعیان الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۲۲۴

www.kitabmart.in

براہ راست ماخوذ معلوم ہوتے ہیں اس موقع پر بھی عجیب جدت آفرینی سے کام لیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :-

" در کتب معتبرہ مسطور است کہ بعد از شہادت علی اکبر طفلی از سراپردہ حسین علیہ السلام بیروں شد و چنداں از واقعۂ ہولناک در ہول و ہرب بود کہ اندام مبارکش چوں سیماب ناب مترجرج بود و دو گوشوارہ از لال در گوش داشت کہ از لرزش سر و تن او لرزاں بود بیروں از سراپردہ ترساں و لرزاں بابستاد و بجانب شمال و یمین نگراں بود ہانی بن بعیث بر او حملہ کرد و او را از پائے در آورد ہمانا علمائے احادیث نسب آں کودک شہید را مرقوم نداشتہ اند و آنچہ من بندہ فحص کردہ ام نام او عبد اللہ بن الحسین است "۔

معلوم نہیں اس "فحص" اور جستجو کی کیا قیمت ہو سکتی ہے جو نصوص و تصریحات کے بالکل خلاف ہے۔

(۳۳)

علی اصغر

ابن شہر آشوب نے شہدائے اہل بیت کی فہرست میں اولاد امام حسینؑ کے ذیل میں علی الاکبر ——— کے بعد بھی علی کا نام درج کیا ہے

www.kitabmart.in

——— اور اس کے بعد عبداللہ کو لکھا ہے کہ وہ آغوش پدر میں ذبح ہوئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی اصغر عبداللہ کے علاوہ امام کے کوئی فرزند تھے

اُنھوں نے علی اصغر کی شہادت کی تفصیل ان الفاظ میں لکھی ہے کہ جناب علی اکبر کی شہادت کے بعد امام حسینؑ بالکل تنہا رہ گئے آپ کی گود میں اُس وقت علی اصغر تھے۔ اس بچّہ کو ایک تیر لگا یا گیا جو بچہ کے گلے پر پڑا امام اُس کے خون کو گلے سے لے لے کر آسمان کی طرف پھینکنے لگے اور فرماتے تھے خداوندا یہ تیرے نزدیک بچّہ ناقۂ صالح سے کم نہ قرار پائے ؛؛

یہ واقعہ شہادت کا تقریبًا وہی ہے جو آپ عبداللہ کے حالات میں سُن چکے ہیں۔

صاحب ناسخ لکھتے ہیں :—

"علی اصغر کہ ہنوز شش ماہ مدت افزوں نداشت تشنہ و گرسنہ می نالید چہ مادرش از شدت عطش شیر در پستاں نداشت امام علیہ السلام فرمود فرزند من علی را بمن سپارید تا با او وداع گویم و قماط آں طفل را بگرفت و اورا ببوسید و گفت ویل لھؤلاء القوم اذا کان جدک محمد خصمھم یعنی وائے برایں قوم آں روز کہ جد تو محمد مصطفےٰ با ایشاں خصومت آغازد و آں طفل را بیا ورده در برابر صف برافراشت

www.kitabmart.in

گویا ہمی گفت اے بار خدای در گنجینۂ من جز این گوہر یکتائے نماندہ اور انیز ہمی خواہم
در راہ تو فدیہ کنم انگاہ باکوفیاں خطاب کرد کہ اے شیعیان آل ابوسفیان
اگر مرا گناہگار دانستہ اید بدین کودک گناہے نتوانید بست اورا آب دہید
کہ از شدت عطش شیر در پستان مادرش بجوشیدہ ہیچ کس در پاسخ نگفت
حرملہ بن کاہل اسدی تیرے بسوئے او کشادہ داد وآن تیر بر حلقوم علی اصغر
آمدہ و درگذشت وخون رواں گشت ۔ امام علیہ السلام کف بزیر آں
خوں می داشت وچوں سرشار می شد بسوئے آسماں بر می افشاند امام
محمد باقر علیہ السلام می فرماید ازاں خون قطرۂ بسوئے زمین باز نیامد
حسین علیہ السلام فرمود ھون علیّ ما نزل بی انہ بعین اللہ یعنی
آسان است بر من چند کہ ہدف سہام این دواہی باشم چہ خداوند
این جملہ را نگراں است ثم قال لا یکون اھون علیک من فصیل اللھم
ان کنت حبست عنا النصر فاجعل ذلک لما ھو خیر لنا عرض کرد
اے پروردگار قتل طفل من در نزد تو سہل تر از کشتن بچۂ ناقۂ صالح
نیست اگر امروز باز داشتہ از ما فتح ونصرت را مارا یاداشتی از آں
بہتر عنایت فرما اینوقت بروایت ابن جوزی کہ از علمائے اہل سنت
وجماعت است ہاتفی ندا درداد دعہ یا حسین فان لہ مرضعۃ
فی الجنۃ یعنی اے حسین دست ازین کودک باز دار کہ در بہشت

www.kitabmart.in

از برائے او مضعی مقرراست کہ او را شبیر دہد پس حسین بروایت صاحب عوالم بدن علی اصغر را باخون او برانداود در شرح شافیہ مسطوراست کہ از اسپ فرو آمد و برا و نماز گذاشت و بایں غلاف تیغ حفرہ در زمین کرد و او را مدفون ساخت۔"

یہ واقعہ تقریباً وہی ہے جو شہادت جناب علی اصغر کے سلسلہ میں مشہور و معروف ہے اور کثیر التعداد کتب مقاتل میں درج ہے۔ بیشک زیارت شہداء اور بہت سی کتابوں میں جناب علی اصغر کا نام شہدائے کربلا میں نہیں ہے بلکہ عبداللہ الرضیع کا نام ہے۔ ارباب مقاتل کی اس روایت کی صحت کی بناء پر یا تو یہ کہا جائے کہ عبداللہ الرضیع کا نام علی بھی ہے اور اس طرح دونوں روایتوں کو سمو کر ایک بنالیا جائے یا یہ کہا جائے کہ عبداللہ۔ اور علی اصغر دو بچے تھے جو کربلا میں شہید ہوئے ایک بوقت رخصت امام کی گود میں اور ایک ہاتھوں پر طلب آب کے موقع پر جیسا کہ ابن شہر آشوب کا مختار معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے فہرست شہداء میں عبداللہ۔ اور علی اصغر دونوں نام الگ الگ درج کئے ہیں۔

(۳۴)

ابراہیم بن الحسینؑ

ابن شہر آشوب نے شہدائے کربلا کی فہرست میں اولاد امام حسینؑ کی

www.kitabmart.in

تعداد چھ لکھی ہے اور جناب علی اکبر کے بعد ابراہیم کا نام درج کیا ہے۔ علامہ سید محسن نے بھی ان ہی کے حوالہ سے یہ نام درج کیا ہے۔

(۳۵)

محمدؑ بن الحسینؑ

ان کا نام بھی ابن شہر آشوب نے درج کیا ہے۔ اولاد امام حسینؑ کی فہرست میں اُنھوں نے محمد اور عبداللہ دونوں کو جناب رباب کے بطن سے لکھا ہے۔

(۳۶)

حمزہ بن الحسین

یہ بھی ابن شہر آشوب کی روایت ہے۔

(۳۷)

جعفر بن الحسین

فہرست شہداء میں ان کا نام بھی ابن شہر آشوب نے لکھا ہے۔

(۳۸)

عمر بن الحسین

ان کے نام کے ذکر میں بھی ابن شہر آشوب متفرد ہیں۔

www.kitabmart.in

(۳۹)

زید بن الحسینؑ

یہ بھی ابن شہر آشوب کی فہرست میں شہدائے کربلا کے ذیل میں مذکور ہیں۔
افسوس ہے کہ تمام معتبر ماخذ اور زیارت شہداء ان ناموں سے خالی ہیں۔ صرف ابن شہر آشوب کی روایت پر اعتماد اس باب میں بہت مشکل ہے۔ پھر تفصیل کا بھی کچھ پتہ نہیں کہ یہ صاحبزادے کم سن تھے یا جوان، لڑکر شہید ہوئے یا بغیر لڑے ہوئے

(۴۰)

عبداللہ بن الحسنؑ

شیخ طوسیؒ نے اصحاب امام حسینؑ کے ذیل میں اُن کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ کربلا میں شہید ہوئے اُن کی والدہ کا نام ام الرباب بنت امرئ القیس بن عدی بن اوس بن جابر کعب بن علیم تھا۔ نسب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جناب رباب مادر سکینہ و عبداللہ الرضیع کی بہن ہیں کیونکہ امرئ القیس اپنی تین لڑکیاں اپنے ساتھ مدینہ لائے تھے۔ ان میں سے ایک کے ساتھ امام حسنؑ کا عقد ہوا اور ایک کے ساتھ امام حسینؑ کا۔ رباب زوجۂ امام حسینؑ کے بطن سے سکینہ و عبداللہ الرضیع کی ولادت ہوئی اور ام الرباب زوجۂ امام حسنؑ کے بطن سے عبداللہ بن الحسنؑ پیدا ہوئے۔ دوسرے لوگوں نے لکھا ہے کہ ان کی والدہ جہ بیہ بن عبداللہ بجلی کی بھتیجی رملہ بنت شلیل بن عبداللہ تھیں۔[۱]

[۱] تنقیح المقال ج ۲ صـ۱۷۳

www.kitabmart.in

طبری نے لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ زخموں سے چور ہو گئے تھے اور زمین پر تشریف لا چکے تھے اُس وقت ایک بچہ خیمہ سے برآمد ہوا اور امام کی طرف چلا۔ جناب زینبؑ نے اُس بچہ کو روکنا چاہا اور امام نے بھی فرمایا کہ اے بہن بچہ کو روکو آنے نہ دینا۔ مگر بچہ نے کسی طرح نہ مانا اور وہ دوڑتا ہوا امام کے پاس آگیا۔ اس وقت بحر بن کعب بن عبید اللہ تیمی امام پر تلوار کا وار کرنا چاہتا تھا۔ بچہ نے کہا "یا ابن الخبیثۃ اتقتل عمی۔ اے زن خبیثہ کے بیٹے کیا تو میرے چچا کو قتل کریگا؟" اُس نے تلوار لگائی۔ بچہ نے اُسے اپنے ہاتھ پر روکا۔ وہ ہاتھ جلد کے آخری حصہ تک کٹ گیا اور لٹکنے لگا۔ بچہ نے آواز دی "ارے میری ماں" امام حسینؑ نے اُس کو اپنی سینے سے لگا لیا اور کہا "اے میرے بھتیجے صبر کر اس مصیبت پر اور اس کے بہتر نتیجہ کا انتظار کر۔ تو بھی اب اپنے بزرگوں کے پاس رسول اللہؐ اور علی بن ابیطالب اور حمزہ و جعفر اور حسن مجتبیٰ کی خدمت میں پہونچ جائے گا[۱]"

یہ وہی واقعہ ہے جو عبداللہ بن الحسنؑ کی شہادت کے سلسلہ میں مشہور ہے مگر طبری میں نام نہیں ہے۔ علامہ مامقانی نے بلاشبہ یہی واقعہ عبداللہ بن الحسن کے نام کے ساتھ درج کیا ہے۔ اُس میں لکھا ہے کہ

[۱] طبری ج ۶ صہ ۲۵۹

www.kitabmart.in

بچہ کو امام اپنے سینہ سے لگائے رہے یہاں تک کہ آپ ہی کے آغوش میں اُس کی روح نے جسم سے مفارقت کی۔

زیارت شہداء میں ہے:۔

السلام علی عبد اللہ بن الحسن بن علیؑ الزکی لعن اللہ قاتلہ ورامیہ حرملۃ بن کاھل الاسدی۔

اس میں عبد اللہ کا قاتل حرملہ کو قرار دیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے تیر لگایا۔ مشہور یہ ہے کہ ہاتھ قطع ہونے کے بعد جب امام نے گلے سے لگایا تو حرملہ نے چلہ کمان میں تیر جوڑ کر بچہ کی طرف روانہ کیا اسی سے عبد اللہ کی شہادت ہوئی۔

ابن شہر آشوب نے شہدائے کربلا کی فہرست میں ان عبد اللہ کا نام درج نہیں کیا ہے۔ بلکہ عبد اللہ اکبر کا نام اور ان کی جنگ اور شہادت کا حال لکھا ہے جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا۔ اولاد امام حسنؑ کے شہداء میں اُنھوں نے ابو بکر اور عبد اللہ اور قاسم کے بعد لکھا ہے کہ بشر یا عمرو جو کمسن تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بچہ کا نام بشر یا عمرو ہے۔

(۴۱)

محمد بن ابی سعید بن عقیل

شیخ طوسی نے رجال میں اصحاب امام حسینؑ میں درج کیا ہے۔ ابن داؤد نے

www.kitabmart.in

بھی اُن کا نام لکھا ہے مگر "ابی" کی لفظ حذف کر دی ہے اور "محمد بن سعید" نام تحریر کیا ہے۔ علامہ مامقانی کا بیان ہے کہ کتب سیر میں اُن کی عمر سات برس لکھی ہوئی ہے۔ کفایۃ الطالب میں حمید بن مسلم کی زبانی نقل کیا ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہو چکے اور دشمنوں نے خیام اہلبیت پر ہجوم کیا اور اہل حرم میں تہلکہ برپا ہوا تو ایک بچہ خیمہ سے نکلا جو گھبرا گھبرا کر داہنے اور بائیں نظر ڈال رہا تھا۔ ایک سوار نے اُس پر حملہ کیا اور تلوار سے قتل کر ڈالا۔ میں نے تحقیق کیا کہ اس بچہ کا نام کیا ہے تو معلوم ہوا کہ محمد بن ابی سعید بن عقیل جس کی عمر سات برس تھی اور وہ سوار لقیط ابن ایاس جہنی تھا۔ زیارت شہداء میں اُن کے قاتل کا نام لقیط ابن یاسر جہنی لکھا ہے۔ علامہ سید محسن نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے۔ انھوں نے اتنا اضافہ کیا ہے کہ بچوں کے کانوں میں موتی تھے اور وہ اپنے ہاتھ میں خیمہ کی ایک چوب لئے ہوئے تھا۔ ہانی بن ثبیت حضرمی نے اس پر حملہ کیا اور قتل کر ڈالا۔ اُن کی ماں شہر بانو دیکھ رہی تھیں اور وہ مدہوش ہو گئی تھیں کچھ بات نہ کرتی تھیں (ملاحظہ ہو اعیان الشیعہ جلد ۴ ص ۲۴۳)

آخری جزو بالکل غلط ہے۔ کیونکہ عقیل کے پوتے کی ماں شہر بانو ہو ہی نہیں سکتیں۔ ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ محمد بن سعید بن عقیل نے

www.kitabmart.in

جنگ کی۔ نقیط بن یاسر جہنی نے اُن کی پیشانی پہ تیر لگایا اور وہ شہید ہوئے صاحب ناسخ نے بھی اُن کو مجاہدین میں شمار کیا ہے۔ اور لکھا ہی کہ "اسپ برجہانید و فریضۂ جہاد بجائی آورد اور القیط بن یاسر الجہنی بزخم تیر بکشت"۔

ان بیانات اور خصوصا زیارت شہدا میں ذکر کی بنا پر یہ تصدیق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ محمد بن ابی سعید بن عقیل کی شہادت واقعۂ کربلا میں ہوئی ہی۔ مگر اس سے زیادہ آپنے دیکھا کہ محل اختلاف ہی اور بالکل مشکوک ہی۔

اختتامی تبصرہ

میں نے شہدائے اہلبیت کے اسمار کے درج کرنے میں بہت وسعت حوصلہ سے کام لیا ہی اور ہر ایسے شہید کا نام درج کردیا ہی جس کے متعلق کوئی بھی قابل لحاظ شہادت موجود ہی مگر ضمنا اکثر شہیدوں کے حالات میں اختلاف خیال کا اظہار کردیا ہی اور اپنی رائے لکھدی ہی۔ آخر میں چاہتا ہوں کہ بطور خلاصہ اُن حضرات کے اسماء درج کردوں جن کی شہادت واقعہ کربلا میں میرے نزدیک ثابت ہے۔ حالات انکے سابق میں درج ہوچکے ہیں اور ترتیب بھی اصل کتاب سے ظاہر ہوگی

اولاد امام حسینؑ ۔ علی اکبرؑ ۔ عبد اللہ الرضیعؑ ۔

اولاد امام حسنؑ ۔ قاسمؑ ۔ ابوبکرؑ ۔ عبد اللہؑ

اولاد امیر المومنینؑ ۔ عباسؑ ۔ عبد اللہؑ ۔ عثمانؑ ۔ جعفرؑ ۔ محمدؑ

www.kitabmart.in

اولاد جعفر - عونؑ و محمدؑ - فرزندان عبداللہ بن جعفر -

اولاد عقیل - عبداللہؑ و محمدؑ - فرزندان مسلم بن عقیل - جعفرؑ بن عقیل - عبدالرحمنؑ بن عقیل - محمدؑ بن ابی سعید بن عقیل -

یہ افراد ہیں جن کی شہادت بظاہر یقینی ہے -

اکثر کتابوں میں بنی ہاشم جو واقعۂ کربلا میں شہید ہوئے - ان کی تعداد اٹھارہؑ لکھی ہے - اس صورت میں یہ فہرست غالبًا بالکل صحیح ہے - صاحب مناقب نے لکھا ہے کہ اکثر علماء شہدائے بنی ہاشم کی تعداد ۲۷ قرار دیتے ہیں اس قول کی بناء پر یہ فہرست ابھی ناقص ہے اور ممکن ہے بہت سے وہ نام جو پہلے درج ہو چکے ہیں مگر ان کے متعلق کافی شہادت موجود نہیں ہے واقعًا صحیح ہوں اور وہ بھی شہدائے کربلا میں درج ہوں - والسلام -

علی نقی النقوی عفی عنہ

لکھنؤ - ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ

۱

www.kitabmart.in

فہرست رسائل امامیہ مشن رجسٹرڈ لکھنؤ

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	قیمت برائے ممبران
۱	قاتلان حسین کا مذہب	۴ر	لـ
۲	تحریف قرآن کی حقیقت	تبدیل از دین زیر طبع	
۳	مولود کعبہ ختم	لـ	ش
۴	وجود حجت	۴ر	لـ
۵	اصول دین اور قرآن	۴ر	لـ
۶	اتحاد الفریقین حصہ اول	۴ر	لـ
۷	حسین اور اسلام اردو	۱ر	ش
۸	״ ״ ״ ہندی	لـ	ش
۹	״ ״ ״ انگریزی	ختم	
۱۰	متعہ اور اسلام	۹ر	لـ
۱۱	امامت ائمہ اثنا عشر اور قرآن	ر	ش
۱۲	تجارت اور اسلام	ختم	
۱۳	اتحاد الفریقین حصہ دوم	״	
۱۴	علی اور کعبہ	لـ	ش
۱۵	رجال بخاری حصہ اول	۶ر	لـ
۱۶	مذہب باب و بہا حصہ اول	۵ر	لـ
۱۷	نوروز اور عید	لـ	ش
۱۸	مجاہدۂ کربلا	۲ـ	ش
۱۹	کربلا کا آتم بلیدان	ہندی ختم	
۲۰	دی مارٹیڈم آف حسین انگریزی	۲ـ	ش

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	قیمت برائے ممبران
۲۱	اسوۂ حسینی	۲ر	لـ
۲۲	جنگ صفین	۳ـ	ش
۲۳	تذکرۂ حفاظ شیعہ حصہ اول	۶ر	لـ
۲۴	״ ״ حصہ دوم	۵ر	لـ
۲۵	مقصود کعبہ	لـ	ش
۲۶	مذہب باب و بہا حصہ دوم	۹ر	لـ
۲۷	مذہب اور سائنس	لـ	ش
۲۸	معرکہ کربلا	ختم	
۲۹	کربلا کا دھابودھ	״	
۳۰	دی ٹریجڈی آف کربلا انگریزی	״	
۳۱	اسلام کی حکیمانہ زندگی	۹ر	لـ
۳۲	دور استبداد	۴ر	لـ
۳۳	حقیقت ہدا	۳ـ	ش
۳۴	خطیب آل محمد	۴ر	لـ
۳۵	تدوین حدیث	لـ	ش
۳۶	مطلوب کعبہ	لـ	ش
۳۷	محاربۂ کربلا	۲ـ	ش
۳۸	اسلام کا پیغام اردو	۸ر	ش
۳۹	دی مسیج آف اسلام انگریزی	۱ر	ش
۴۰	اثبات عزاداری	۲ر	لـ

www.kitabmart.in

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچہ	نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچہ
۴۱	مسئلہ فدک	۵ ؍ر	۱/	۵۳	نہج البلاغہ کا استناد	۴ ؍ر	۱/
۴۲	تاجدار کعبہ	۱/	ش	۵۴	خلافت و امامت حصہ چہارم	۳ ر	۱/
۴۳	خلافت و امامت حصہ اول	۵ ر	۱/	۵۵	شہدائے کربلا حصہ دوم	۵ ر	۱/
۴۴	״ ״ حصہ دوم	۴ ر	۱/	۵۶	ابو الائمہ کے تعلیمات	۴ ر	ا ر
۴۵	״ ״ حصہ سوم	۴ ر	۱/	۵۷	حسین کا پیغام عالم انسانیت کے نام	ا ر	ر
۴۶	تحقیق اذان	ا ر	ش	۵۸	اسلامی عقائد	۲ ر	ش
۴۷	ذو الجناح	ر	ش	۵۹	آثار باقیہ	ا ر	ر
۴۸	شہدائے کربلا حصہ اول	۴/	۱/	۶۰	صحیفۂ سجادیہ کی عظمت	۱۰ ر	ش
۴۹	کربلا کا مہاسمر ہندی	۴/	ش	۶۱	خلافت و امامت حصہ پنجم	۶ ر	۱/
۵۰	حسین اینڈ دی ہیروز آف کربلا (انگریزی)	۱۰ ر	ش	۶۲	خدا کی معرفت	۸ ر	۱/
۵۱	مشہد اعظم	۱/	ش	۶۳	شہدائے کربلا حصہ سوم	زیر طبع	
۵۲	ولا تفسدوا فی الارض	۸ ر	۱/	۶۴	خلافت و امامت حصہ ششم	״	

فہرست امامیہ مشن بک ایجنسی

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچہ	نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچہ
۱	الشہید	۱۰ ر	ش	۷	گل عصمت	۱۰ ر	ش
۲	کائنات قبل از اسلام	۲ ر	ش	۸	رجال بخاری حصہ دوم	۶ ر	۱/
۳	قاتلان حسین کی گرفتاری	۸ ر	۲/	۹	رسول کی بیٹی	۲ ر	ش
۴	حجج وبینات	۴ عہ	۲/	۱۰	تاریخ ازدواج	۸ ر	۱/
۵	ذخیرۃ الاحکام	۴ ر	۱/	۱۱	الہامی کلمات	۳ ر	۱/
۶	صحیفۂ تجلی	۸ ر	۱/	۱۲	شہید اسلام	۶/	۵/

ملنے کا پتہ:- سکریٹری امامیہ مشن نخاس لکھنؤ

پرنٹر شیخ ممتاز حسین صاحب جونپوری و پبلشر مرزا حیدر حسین صاحب اسسٹنٹ سکریٹری

www.kitabmart.in